یہہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۷ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

جلد ۸ — نمبر ۳

سنہ ۱۹۱۳

بابت ماہ مارچ

تشحیذ الاذہان

باہتمام صاحبزادہ میرزا ...

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

قیمت سالانہ

[illegible]

باہتمام مینیجر اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر چوہدری عبد اللہ خان کے حکم سے مینیجر تشحیذ نے قادیان سے شایع کیا

دلائل ہستی باریتعالیٰ یہ مضمون دو ہزار الگ چھاپا گیا ہے خدا کے منکر یا انکے زیر اثر لوگوں میں تقسیم کرنیکے لئے احباب حسب ضرورت منگوا سکتے ہیں مینجر تشحیذ کے پتے پر خط و کتابت سے سہولت ہوگی

۱۶ صفحے زیادہ ۲۴ صفحے ماہوار دینے کا وعدہ ہے مگر ہمنے ۴۰ صفحے کر دئیے اب ماہ مارچ کا رسالہ ۴۶ صفحے کا روانہ ہوتا ہے تاکہ صاحبزادہ صاحبکا بینظیر مضمون ناظرین تشحیذ کے پاس سب سے اول پہنچ جائے

وی پی واپس کرنے والے فروری کے رسالہ میں حضرت نبی کریم صلعم کے سال وار جامع معتبر حالات چھاپے گئے ہیں جن صاحبوں نے وی پی واپس کر دیئے ہیں وہ اس سوانح کو نہیں دیکھ سکے وہ ۱۰ کے ٹکٹ حرجانہ وی پی بھیجکر پرچہ منگوالیں یا دوبارہ وی۔ پی کی اجازت دیں ۳؍ کے ٹکٹ پھر یہ رسالہ مل سکتا ہے۔

فتوحات ربانی سید صادق حسین صاحب نے مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی کتاب شہادۃ القرآن حصہ دوم کا جواب لکھنا شروع کیا ہے جو ایسے طرق سے چھاپا جائیگا کہ الگ کتاب بن سکے احباب اوراق محفوظ رکھیں اس رسالہ میں ۸ صفحے دئیے گئے ہیں ۸ پہلے چھپ چکے ہیں جو پھر چھاپ دیئے جائینگے

انجمن احمدیہ پشاور اسوقت میرے سامنے دو ضخیم کتابیں پڑی ہیں ایک کا نام ابلاغ حق ہے جس میں آٹھ رسالے ہیں وفات المسیح ص۵۶ - اثار قیامت ص۳۲ - نزول المسیح ص۱۴۴ عقاید احمدیہ ص۶۸ - دابۃ الارض خروج یا جوج ماجوج خروج دجال ص۶۲ تحفۃ النبوۃ ص۱۵۲ انکا مجموعی حجم ۵۴۲ ہے اس میں مختصر ذکر حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا ہے اور پھر ان عدو کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کئے پھر آپ کی مشابہت حضرت موسیٰ اور اس سے خلافت موسوی و خلافت محمدیکا ذکر سیدا کرکے مہدی کے عقیدے پر خوب روشنی ڈالی ہے اور نہایت مفصل بیان نام مقام ظہور وغیرہ کے متعلق کیا ہے اور پھر نزول مسیح اور مسیح محمدی کی مسیح موسوی سے مشابہتیں غرض کوئی پہلو باقی نہیں رہنے دیا سلسلہ احمدیہ کے متعلق جس قدر دلائل حضرت اقدس ع یا انکے متبعین نے دیئے ہیں وہ سب کی سب مشروح و مفصل اس میں جمع کر دیگئی ہیں میں بھی مصنف اور مولف ہوں اور میں نے بھی کتابیں لکھی ہیں مگر میں قاضی محمد یوسف صاحب کی اس محنت اور واقفیت پر حیران اور پھر خوش ہوں مسئلہ بروز کے متعلق البتہ میں کچھ اور لکھونگا اور پیشگوئیوں پر جو اعتراض ہیں وہ حصہ ابھی رہتا ہے تاہم پشتو میں اپنے سرحدی بھائیوں کے لئے تبلیغ کا جو سامان ہمارے مہربان نے بہم پہنچایا ہے وہ قابل صد ہزار آفرین ہے اور حق یہ ہے کہ انجمن احمدیہ پشاور نے اپنے فرض کو خوب پہچانا ہے اور مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اتنی ضخیم کتابیں تصدیق سلسلہ میں صدر انجمن قادیان نے بھی شائع نہیں کیں اللہ ہمارے دوست مولف کو اور پھر انجمن احمدیہ پشاور ... کے تمام ممبروں بالخصوص مولوی غلام حسن صاحب کو جزائے خیر دے جنہوں نے اسکی اشاعت کا انتظام کیا ہمارے احباب پشتو جاننے والی قوموں میں تبلیغ کرنیکا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں یا خود پشتو جانتے ہیں یا کم از کم میری طرح کتاب کی عبارت دیکھکر یونہی قیاس سے کچھ شُدبُد مطلب سمجھ سکتے ہوں تو وہ انہیں خریدیں یا خرید کر تقسیم کریں ملنے کا پتہ قاضی محمد یوسف صاحب محلہ ککر بادشاہ پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

افی اللہ شک فاطر السموات والارض

دلائل ہستی باری تعالیٰ

اس زمانہ میں عقائد و ایمانیات پر جو مادی دنیا نے اعتراضات کئے ہیں ان میں سے سب سے بڑا مسئلہ انکار ذات باری ہے مشرک گو خدا کا شریک ان کو بناتا ہے لیکن کم سے کم خدا تعالےٰ کے وجود کا تو قائل ہے دہریہ بالکل ہی انکاری ہے موجودہ سائنسدانوں نے ہر چیز کی بنیاد مشاہدات پر رکھی ہے۔ اسلیئے دہریہ سوال کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی خدا ہے تو ہمیں دکھاؤ ہم بغیر دیکھے کے اسے کیونکر مان لیں۔ چونکہ اسوقت یورپ کی ہوا نے اکثر نوجوانوں کے دلوں سے اس پاک ذات کے نقش کو مٹا دیا ہے اور کالجوں کے سینکڑوں طالبعلم اور بیرسٹر وغیرہ وجود باری کے منکر ہوے ہیں اور انکی تعداد روز افزوں ہے اور ہزاروں آدمی ایسے پائے جاتے ہیں۔ جو بظاہر قوم و ملک کے خوف سے اظہار تو نہیں کرتے لیکن فی الحقیقت اپنے دلوں میں وہ خدا پر کچھ یقین نہیں رکھتے۔ اسلیئے مینے ارادہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے تو میں اس پر ایک چھوٹا سا ٹریکٹ لکھ کر شایع کروں شاید کسی سعید روح کو اس سے فائدہ پہنچ جائے +

ا۔ دہریوں کا پہلا سوال یہ ہے کہ اگر خدا ہمیں دکھا دو تو ہم مان لیتے ہیں +

مجھے اس سوال کے سننے کا کئی بار موقعہ ملا ہے لیکن ہمیشہ اسکے سننے سے حیرت ہوتی ہے انسان مختلف چیزوں کو مختلف حواس سے پہچانتا ہے کسی چیز کو دیکھکر کسی کو چھوکر کسی کو سونگھ کر کسی کو سُن کر کسی کو چکھ کر رنگ کا علم دیکھنے سے ہو سکتا ہے۔ سونگھنے یا چھونے یا چکھنے سے نہیں۔ پھر اگر کوئی شخص کہے کہ میں تو رنگ کو تب مانونگا کہ اگر مجھے اسکی آواز سنواؤ تو کیا وہ شخص بیوقوف ہے یا نہیں اسی طرح آواز کا علم سننے سے ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے فلاں شخص کی آواز دکھاؤ پھر میں دیکھکر مانونگا کہ وہ بولتا ہے۔ تو کیا ایسا شخص جاہل ہوگا یا نہیں ایسا ہی خوشبو سونگھ کر معلوم ہوتی ہے لیکن کوئی شخص طلب کرے کہ اگر تم مجھے گلاب کی خوشبو چکھا دو تو تب میں مانونگا۔ تو کیا ایسے شخص کو دانا کہہ سکینگے۔ اسکے خلاف چکھکر معلوم کرنیوالی چیزوں یعنی ترشی شیرینی کڑواہٹ نمکینی کو اگر کوئی سونگھ کر معلوم کرنا چاہے تو کبھی نہیں کر سکتا پس یہ کچھ ضروری نہیں کہ جو چیز سامنے نظر آئے اُسے تو ہم مان لیں۔ اور جو چیز سامنے نظر نہ آئے اسے نہ مانیں ورنہ اس طرح تو گلاب کی خوشبو لیموں کی ترشی شہد کی مٹھاس صبر کی کڑواہٹ لوہے کی سختی آواز کی خوبی سب کا انکار کرنا پڑیگا کیونکہ یہ چیزیں تو نظر نہیں آتیں۔ بلکہ سونگھنے چکھنے چھونے اور سننے سے معلوم ہوتی ہیں۔ پس یہ اعتراض کیسا غلط ہے کہ خدا کو ہمیں دکھاؤ تب ہم مانیں گے کیا یہ معترض گلاب کی خوشبو کو دیکھکر مانتے ہیں یا شہد کی شیرینی کو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ شرط پیش کی جاتی ہے کہ دکھا دو تب مانینگے ✤

علاوہ ازیں انسان کے وجود میں خود ایسی چیزیں موجود ہیں کہ جنکو بغیر دیکھے کے یہ مانتا ہے اور اسے ماننا پڑتا ہے کیا سب انسان اپنے دل جگر دماغ انتڑیاں پھیپھڑے اور تلی کو دیکھکر مانتے ہیں یا بغیر دیکھے کے اگر ان چیزوں کو اسکے دکھانیکے لئے نکالا جائے تو انسان اسی وقت مر جائے اور دیکھنے کی نوبت ہی نہ آئے ✤

یہ مثالیں تو مینے اس بات کی دی ہیں کہ سب چیزیں صرف دیکھنے سے ہی

معلوم نہیں ہوتیں بلکہ پانچ مختلف حواس سے انکا علم ہوتا ہے اب میں بتاتا ہوں کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں۔ کہ جنکا علم بلاواسطہ ان پانچوں حواس سے بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ انکے معلوم کرنیکا ذریعہ ہی اور ہے مثلاً عقل یا حافظہ یا ذہن ایسی چیزیں ہیں کہ جنکا انکار دنیا میں کوئی بھی نہیں کرتا۔ لیکن کیا کسی نے عقل کو دیکھا ہے یا سنا یا چکھا سونگھا یا چھوا ہے پھر کیونکر معلوم ہوا۔ کہ عقل کوئی چیز ہے یا حافظہ کا کوئی وجود ہے پھر قوت ہی کو لو ہر انسان میں تھوڑی بہت قوت موجود ہے۔ کوئی کمزور ہو یا طاقتور مگر کچھ نہ کچھ قوت ضرور رکھتا ہے مگر کیا قوت کو آجتک کسی نے دیکھا یا سنا چھوا یا چکھا ہے پھر کیونکر معلوم ہوا کہ قوت بھی کوئی چیز ہے اسبات کو ایک جاہل سے جاہل انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان چیزوں کو ہم نے اپنے حواس سے معلوم نہیں کیا۔ بلکہ انکے اثرات کو معلوم کر کے انکا پتہ لگایا ہے مثلاً جب ہمنے دیکھا۔ کہ انسان مختلف مشکلات میں گھر کر کچھ دیر غور کرتا ہے اور کوئی ایسی تدبیر نکالتا ہے جس سے وہ اپنی مشکلات کو دور کر لیتا ہے جب اس طرح مشکلات کو حل ہوتے ہوئے ہمنے دیکھا تو یقین کر لیا کہ کوئی چیز ایسی انسان میں موجود ہے جو ان موقعوں پر اُسکے کام آتی ہے اور اس چیز کا نام ہمنے عقل رکھا پس عقل کو بلاواسطہ ہمنے پانچوں حواسوں میں سے کسی سے بھی دریافت نہیں کیا بلکہ اسکے کرشموں کو دیکھکر اسکا علم حاصل کیا۔ اسی طرح جب ہم نے انسان کو بڑے بڑے بوجھ اٹھاتے دیکھا۔ تو معلوم کیا کہ اس میں کچھ ایسا مادہ ہے کہ جس کی وجہ سے یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے اور خصوصاً انسانوں کی طاقتوں میں فرق دیکھکر ہمیں اور بھی یقین ہو گیا اور ہمنے معلوم کیا کہ یہ مادہ کسی میں کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ پس قوت و طاقت کو ہم نے نہیں دیکھا۔ بلکہ قوت و طاقت کے کاموں کو ہم نے دیکھا ہے اور معلوم کیا کہ انسان میں کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ اپنے سے کمزور چیزوں کو قابو کر لیتا ہے۔ اور اسکا نام قوت یا طاقت رکھدیا +

اسی طرح جس قدر لطیف سے لطیف اشیاء کو لیتے جاؤ گے۔ انکے وجود انسانوں کی نظروں سے غائب ہی نظر آئینگے اور ہمیشہ ان کے وجود کا پتہ انکے اثر سے معلوم ہوگا نہ کہ خود انہیں دیکھکر یا سونگھ کر یا چکھ اور چھو کر

پس اللہ تعالیٰ کی ذات جو الطف سے الطف ہے اسکے علم حاصل کرنیکے لئے ایسی ایسی قیدیں لگانی کس طرح جائز ہو سکتی ہیں۔ کہ آنکھوں کے دیکھے بغیر اسے نہیں مانینگے کیا بجلی کو کبھی کسی نے دیکھا پھر کیا ایلکٹرسٹی کی مدد سے جو تاریں پہنچتی ہیں یا مشینیں چلتی ہیں یا روشنی کی جاتی ہے اسکا انکار کیا جا سکتا ہے۔ ایتھر کی تحقیقات نے فزیکل علوم کی دنیا میں ... ایک عظیم الشان تہلکہ پیدا کر دیا لیکن کیا اب تک سائنس کے ماہرین اسکے دیکھنے سننے سونگھنے چھونے یا چکھنے کا کوئی ذریعہ نکال سکے لیکن اس کا وجود نہ مانیں تو پھر یہ بات حل ہی نہیں ہو سکتی کہ سورج کی روشنی دنیا تک پہنچتی کیونکر ہے پس کیسا ظلم ہے۔ کہ ان شواہد کے ہوتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ خدا کو دکھاؤ۔ تو ہم مانینگے اللہ تعالیٰ نظر تو آتا ہے لیکن انہیں آنکھوں سے جو اسکے دیکھنے کے قابل ہیں۔ ہاں اگر کوئی اسکے دیکھنے کا خواہشمند ہو۔ تو وہ اپنی قدرتوں اور طاقتوں سے دنیا کے سامنے ہے اور باوجود پوشیدہ ہونے کے سب سے زیادہ ظاہر ہے

قرآن شریف میں اس مضمون کو نہایت مختصر لیکن بےنظیر پیرایہ میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں بلکہ وہ نظروں تک پہنچتا ہے اور وہ تو لطیف اور خبردار ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ تیری نظر اس قابل نہیں کہ خدا کی ذات کو دیکھ سکے کیونکہ وہ تو لطیف ذات ہے اور لطیف اشیاء تو نظر نہیں آتیں جیسا کہ قوت ہے عقل ہے روح ہے بجلی ہے ایتھر ہے یہ چیزیں کبھی کسی کو نظر نہیں آئیں پھر خدا کی

لطیف ذات تک انسان کی نظریں کب پہنچ سکتی ہیں۔ ہاں پھر خدا کو لوگ کیونکر دیکھ سکتے ہیں۔ اور اسکی معرفت کے حاصل کرنیکا کیا طریق ہے اسکا جواب یہ ہے کہ وھو یدرک الابصار یعنی خود وہ نظروں تک پہنچتا ہے اور باوجود اسکے کہ نظر انسانی اپنی کمزوری کی وجہ سے اسکی کُنہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ وہ اپنی طاقت اور قوت کے اظہار سے اور اپنی صفات کے جلوہ سے اپنا وجود آپ انسان کو دکھاتا ہے اور گو نظر انسانی اسکے دیکھنے سے قاصر ہے مگر وہ خود اپنا وجود اپنی لا انتہا قوتوں اور قدرتوں سے مختلف پیرایوں میں ظاہر کرتا ہے کبھی قہری نشانوں سے کبھی انبیاء کے ذریعہ سے کبھی آثار رحمت سے اور کبھی قبولیت دعا سے

اب اس بات کے ثابت کر چکنے کے بعد کہ اگر اللہ تعالےٰ کو ماننا اس بات پر منحصر کیا جائے کہ ہم اسے دکھادیں اور سوائے دیکھنے کے کسی چیز کو ماناہی نہ جائے تو دنیا کی قریباً سب اشیاء کا انکار کرنا پڑیگا۔ اور بعض فلاسفروں کے قول کے مطابق تو کل اشیاء کا کیونکہ انکا مذہب ہے کہ دنیا میں کوئی چیز نظر نہیں آتی بلکہ صرف صفات ہی صفات نظر آتی ہیں۔ میں اسطرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ کون سے دلائل ہیں جن سے وجود باری کا پتہ لگتا ہے اور انسان کو یقین ہوتا ہے کہ میرا خالق کوئی اور ہے اور میں ہی اپنا خالق نہیں

دلیل اوّل میں اپنے اس عقیدہ کے ماتحت کہ قرآن شریف نے کمالات روحانی کے حصول کے تمام ذرائع بیان فرمائے ہیں ہستی باری کے کل دلائل قرآن شریف سے ہی پیش کرونگا و من اللہ التوفیق اور چونکہ سب سے پہلا علم جو انسان کو اس دنیا میں آکر ہوتا ہے وہ کانوں سے ہوتا ہے اسلئے میں بھی سب سے پہلے سماعی دلیل ہی لیتا ہوں ✤

اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ قد افلح من تزکّی و ذکر اسم ربّہ فصلّی بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا والاٰخرۃ

خیرٌ و ابقٰی ان ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسٰے

یعنی مظفر و منصور ہوگیا وہ شخص کہ جو پاک ہوا - اور اس نے اپنے رب کا زبان سے اقرار کیا اور پھر زبان سے ہی نہیں بلکہ عملی طور سے عبادت کرکے اپنے اقرار کا ثبوت دیا - لیکن تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو حالانکہ انجام کار کی بہتری ہی اصلی بہتری اور دیرپا ہے اور یہ بات صرف قرآن شریف ہی پیش نہیں کرتا - بلکہ سب پہلی کتابوں میں یہ دعوے موجود ہے - چنانچہ ابراہیمؑ و موسیٰؑ نے جو تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی - اس میں بھی یہ احکام موجود ہیں" - اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مخالفین قرآن پر یہ حجت پیش کی ہے کہ اپنی نفسانی خواہشوں سے بچنے والے خدا کی ذات کا ۰۰۰۰ اقرار کرنیوالے اور پھر اسکا سچا فرمانبردار بننے والے ہمیشہ کامیاب و مظفر ہوتے ہیں - اور اس تعلیم کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ یہ بات پہلے تمام مذاہب میں مشترک ہے چنانچہ اسوقت کے بڑے مذاہب مسیحی یہودی اور کفار مکہ پر حجت کے لئے حضرت ابراہیم اور موسیٰ کی مثال دیتا ہے کہ ان کو تو تم مانتے ہو انہوں نے بھی یہ تعلیم دی ہے - پس قرآن شریف نے ہستی باری کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی پیش فرمایا ہے کہ کل مذاہب اسپر متفق ہیں - اور سب اقوام کا یہ مشترک مسئلہ ہے چنانچہ جس قدر اس دلیل پر غور کیا جائے نہایت صاف اور سچی معلوم ہوتی ہے - حقیقت میں کل دنیا کے مذاہب اسبات پر متفق ہیں کہ کوئی ہستی ہے جس نے کل جہان کو پیدا کیا - مختلف ممالک اور احوال کے تغیر کی وجہ سے خیالات و عقائد میں بھی فرق پڑتا ہے لیکن باوجود اسکے جس قدر تاریخی مذہب ہیں سب اللہ تعالےٰ کے وجود پر متفق اللسان ہیں گو اسکی صفات کے متعلق ان میں اختلاف ہو - موجودہ مذاہب یعنے اسلام مسیحیت یہودیت بودھ ازم سکھ ازم ہندو ازم اور عقائد زرتشتی تو سب کے سب ایک اللہ خدا ایلوہیم پرم ایشور پرم آتما ست گرو یا یزدان کے قائل ہی ہیں مگر جو مذاہب کہ دنیا کے پردہ سے مٹ چکے ہیں - ان کے

متعلق بھی آثار قدیمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سب کے سب ایک خدا کے قائل اور معتقد تھے خواہ وہ مذاہب امریکہ کے جدا شدہ ملک میں پیدا ہوئے ہوں یا افریقہ کے جنگلوں میں خواہ روما میں خواہ انگلستان میں خواہ جاوا و سماٹرا میں خواہ جاپان و چین میں خواہ سائبیریا و منچوریا میں۔ یہ اتفاق مذاہب کیونکر ہوا۔ اور کون تھا جس نے امریکہ کے رہنے والے باشندوں کو ہندوستان کے عقاید سے یا چین کے باشندوں کو اہلِ افریقہ کے عقائد سے آگاہ کیا پہلے زمانہ میں ریل و تار اور ڈاک کا یہ انتظام تو تھا نہیں جو اب ہے نہ اسطرح جہازوں کی آمد و رفت کی کثرت تھی گھوڑوں اور خچروں کی سواری تھی اور بادبان جہاز آجکل کے دنوں کا سفر مہینوں میں کرتے تھے۔ اور بہت سے علاقے تو اسوقت دریافت بھی نہ ہوئے تھے پھر ان سب مختلف المذاق اور مختلف الرسوم اور ایک دوسرے سے ناآشنا ممالک میں اس ایک عقیدہ پر کیونکر اتفاق ہو گیا۔ من گھڑت ڈھکوسلوں میں تو دو آدمیوں کا اتفاق ہونا مشکل ہوتا ہے۔ پھر کیا اسقدر قوموں اور ملکوں کا اتفاق جو آپس میں کوئی تبادلہ خیالات کے ذرائع نہ رکھتی تھیں۔ اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ عقیدہ ایک امر واقعہ ہے اور کسی نامعلوم ذریعہ سے جسے اسلام نے کھولدیا ہے ہر قوم پر اور ہر ملک میں اسکا اظہار کیا گیا ہے اہل تاریخ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جس مسئلہ پر مختلف اقوام کے مؤرخ متفق ہو جائیں اسکی راستی میں شک نہیں کرتے پس جب اس مسئلہ پر ہزاروں لاکھوں قوموں نے اتفاق کیا ہے تو کیوں نہ یقین کیا جائے کہ کسی جلوہ کو دیکھکر ہی سب دنیا اس خیال کی قائل ہوئی ہے ÷

دلیل دوم دوسری دلیل جو قرآن شریف میں ہستی باریتعالے کے متعلق دی ہے ان آیات سے معلوم ہوتی ہے کہ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ

ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۙ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ پھر کچھ آیات کے بعد فرمایا ہے کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یعنے یہ ایک دلیل ہے جو ہمنے ابراہیم کو اسکی قوم کے مقابل میں دی اور ہم جس کے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں تحقیق تیرا رب بڑا حکمت والا اور علم والا ہے اور ہم نے اسے اسحاق و یعقوب دیئے۔ ہر ایک کو ہمنے سچا راستہ دکھایا اور نوح کو بھی ہمنے سچا راستہ دکھایا۔ ان سے پہلے اور اُسکی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ ایوب یوسف موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم نیک اعمال میں کمال کرنیوالوں کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا کرتے ہیں اور زکریا یحییٰ عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی راہ دکھایا۔ اور یہ سب لوگ نیک تھے اور اسمٰعیل یسعؑ یونسؑ اور لوطؑ کو بھی راستہ دکھایا۔ اور ان سب کو ہم نے اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی تھی اور پھر فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جنکو خدا نے ہدایت دی پس تو انکے طریق کی پیروی کر ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے بتایا ہے کہ اس قدر نیک اور پاک لوگ جس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ وہ مانی جائے یا وہ بات جو دوسرے ناواقف لوگ کہتے ہیں اور اپنے چال چلن سے انکے چال چلن کا مقابلہ نہیں کر سکتے سیدھی بات ہے کہ انہیں لوگوں کی بات کو وقعت دیجائیگی جو اپنے چال چلن اور اپنے عمل سے دنیا پر اپنی نیکی اور پاکیزگی اور گناہوں سے بچنا اور جھوٹ سے پرہیز کرنا ثابت کر چکے ہیں پس ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ انہیں کا تتبع کرے اور انکے مقابل میں دوسرے لوگوں کی بات کا انکار کر دے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر نیکی اور اخلاق کے پھیلانے والے گزرے ہیں اور جنھوں نے اپنے اعمال سے دنیا پر اپنی راستی کا سکہ بٹھا دیا تھا۔ وہ سب کے سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک ایسی ہستی ہے جسے مختلف زبانوں میں

اللہ یا گاڈ یا پرمیشور کہا گیا ہے ہندوستان کے راستباز رامچندر کرشن ایران کا راستباز زرتشت مصر کا راستباز موسیٰ ناصرہ کا راستباز مسیح پنجاب کا ایک راستباز نانک پھر سب راستبازوں کا سرتاج عرب کا نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو اسکی قوم نے بچپن سے صادق کا خطاب دیا۔ اور جو کہتا ہے کہ فقد لبثت فیکم عمرا۔ میں نے تو تم میں اپنی عمر گزاری ہے کیا تم میرا کوئی جھوٹ ثابت کر سکتے ہو اور اسکی قوم کوئی اعتراض نہیں کر سکتی۔ اور انکے علاوہ اور ہزاروں راستباز جو وقتاً فوقتاً دنیا میں ہوئے ہیں یک زبان ہو کر پکارتے ہیں کہ ایک خدا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے ملاقات کی اور اس سے ہمکلام ہوئے بڑے سے بڑے فلاسفر جنھوں نے دنیا میں کوئی کام کیا ہو۔ وہ ان میں سے ایک کے کام کا ہزارواں حصہ بھی پیش نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر ان لوگوں اور فلاسفروں کی زندگی کا مقابلہ کیا جائے تو فلاسفروں کی زندگی میں اقوال سے بڑھکر افعال کے باب بہت ہی کم نظر آئینگے وہ صدق و راستی جو انھوں نے دکھائی وہ فلاسفر کہاں دکھا سکے وہ لوگوں کو راستی کی تعلیم دیتے ہیں مگر خود جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے لیکن اسکے مقابلہ میں وہ لوگ جن کا میں نام اوپر لے چکا ہوں صرف راستی کی خاطر ہزاروں تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے لیکن کبھی انکا قدم اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ انکے قتل کرنیکے لئے منصوبے کئے گئے۔ انکو وطنوں سے خارج کیا گیا۔ انکو گلیوں اور بازاروں میں ذلیل کرنے کی کوشش کی گئی ان سے کل دنیا نے قطع تعلق کر لیا۔ مگر انھوں نے اپنی بات نہ چھوڑی اور کبھی نہ کیا کہ لوگوں کی خاطر جھوٹ بول کر اپنے آپکو عذاب سے بچا لیتے اور انکے عمل نے انکی دنیا سے نفرت نے نمائش سے علیحدگی نے اسبات کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ بے غرض تھے اور کسی نفسانی غرض سے کوئی کام نہ کرتے تھے پھر ایسے صادق ایسے قابل اعتبار یکزبان ہو کر کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالےٰ سے ملاقات کی۔ اسکی آواز سنی اور اسکے جلویکا مشاہدہ کیا۔ تو انکے قول کا انکار کرنیکی کسی کے پاس کیا وجہ ہے۔ جن لوگونکو ہم روز

جھوٹ بولتے سنتے ہیں وہ بھی جب چند ملکر ایک بات کی گواہی دیتے ہیں تو ماننا ہی پڑتا ہے جن کے احوال سے ہم بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔ وہ اخباروں میں اپنی تحقیقاتیں شایع کرتے ہیں تو ہم تسلیم کر لینگے مگر نہیں مانتے۔ تو ان راستبازوں کا کلام نہیں مانتے دنیا کہتی ہے کہ لنڈن ایک شہر ہے اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ جغرافیوں والے لکھتے ہیں۔ کہ امریکہ ایک برّاعظم ہے اور ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ سیاح کہتے ہیں کہ سائیبریا ایک وسیع اور غیر آباد علاقہ ہے۔ اور ہم اسکا انکار نہیں کرتے کیوں؟ اسی لئے کہ بہت سے لوگوں کی گواہی اسپر ہو گئی ہے حالانکہ ہم ان گواہوں کے حالات سے واقف نہیں کہ وہ جھوٹے ہیں یا سچے مگر اللہ تعالےٰ کے وجود پر عین گواہی دینے والے وہ لوگ ہیں کہ جن کی سچائی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ انہوں نے اپنے مال وجان وطن عزت و آبرو کو تبہ کر کے راستی کو دنیا میں قائم کیا پھر ان سیاحوں اور جغرافیہ والوں کی بات کو ماننا اور ان راستبازوں کی بات کا انکار کرنا کہاں کی راستبازی ہے اگر لنڈن کا وجود چند لوگوں سے سن کر ثابت ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وجود ہزاروں راستبازوں کی گواہی پر کیوں ثابت نہیں ہو سکتا ❊

غرضیکہ ہزاروں راستبازوں کی شہادت جو اپنے عینی مشاہدہ پر خدا تعالےٰ کے وجود کی گواہی دیتے ہیں کسی صورت میں بھی ردّ کے قابل نہیں ہو سکتی۔ تعجّب ہے کہ جو اس کوچہ میں پڑے ہیں وہ تو سب بالاتفاق کہہ رہے ہیں کہ خدا ہے لیکن جو روحانیت کے کوچہ سے بالکل بے بہرہ ہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ انکی بات نہ مانو ہماری مانو کہ خدا نہیں ہے حالانکہ اصول شہادت کے لحاظ سے اگر دو برابر کے راستباز آدمی بھی ایک معاملہ کے متعلق گواہی دیں تو جو کہتا ہے کہ مینے فلاں چیز کو دیکھا۔ اسکی گواہی کو اسکی گواہی پر جو کہتا ہے مینے اس چیز کو نہیں دیکھا ترجیح دیجائیگی کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک کی نظر اس چیز پر نہ پڑتی ہو لیکن یہ ناممکن ہے کہ ایک نے نہ دیکھا ہو اور سمجھ لے کہ مینے دیکھا

ہے پس خدا کے دیکھنے والوں کی گواہی اسکے منکروں پر بہر حال حجت ہو گی ⁂

دلیل سوم تیسری دلیل جو قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ انسان کی فطرت خود خدا تعالےٰ کی ہستی پر ایک دلیل ہے کیونکہ بعض ایسے گناہ ہیں کہ جنکو فطرت انسانی قطعی طور پر ناپسند کرتی ہے ماں بہن اور لڑکی کے ساتھ زنا ہے پاخانہ پیشاب اور اس قسم کی نجاستوں سے تعلق ہے جھوٹ ہے یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے ایک دہریہ بھی پرہیز کرتا ہے مگر کیوں ؟ اگر کوئی خدا نہیں تو کیوں ؟ وہ اپنی ماں اور بہن اور دوسری عورتوں میں کچھ فرق جانتا ہے۔ جھوٹ کو کیوں برا جانتا ہے کیا دلائل ہیں کہ جنھوں نے مذکورہ بالا چیزوں کو اسکی نظر میں بدنما قرار دیا ہے اگر کسی بالائی طاقت کا رعب اسکے دل پر نہیں تو وہ کیوں ان سے احتراز کرتا ہے۔ اسکے لئے تو جھوٹ اور سچ ظلم اور انصاف سب ایک ہی ہونا چاہیئے جو دل کی خوشی ہوئی کر لیا وہ کونسی شریعت ہے جو اسکے جذبات پر حکومت کرتی ہے وہ خدا کی حکومت ہے جس نے دل پر اپنا تخت رکھا ہے اور گو ایک دہریہ زبان سے اسکی حکومت سے نکلجائے لیکن وہ اس کی بنائی ہوئی فطرت سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اور گناہوں سے اجتناب یا انکے اظہار سے اجتناب اُسکے لئے ایک دلیل ہے کہ کسی بادشاہ کی جوابدہی کا خوف ہے جو اسکے دل پر طاری ہے گو وہ اس کی بادشاہت کا انکار ہی کرتا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوّامۃ یعنی جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نہ خدا ہے نہ کوئی جزا سزا ہے ایسا نہیں بلکہ ہم ان امور کی شہادت کے لئے دو چیزیں پیش کرتے ہیں۔ ایک تو اسبات کو کہ ہر بات کے لئے ایک قیامت کا دن مقرر ہے جس میں کہ اسکا فیصلہ ہوتا ہے اور نیکی کا بدلہ نیک اور بدی کا بدلہ بد ملجاتا ہے۔ اگر خدا نہیں تو یہ جزا سزا کیونکر مل رہی ہے اور جو لوگ قیامت کبری کے منکر ہیں وہ دیکھ لیں کہ قیامت تو اس دنیا سے شروع ہے زانی کو آتشک و سوزاک ہوتا ہے

شادی شدہ کو تو نہیں ہوتا حالانکہ دونوں ایک ہی کام کر رہے ہوتے ہیں۔ دوسری شہادت نفس لوامہ ہے یعنی انسان کا نفس خود ایسے گناہ پر ملامت کرتا ہے کہ یہ بات بری ہے۔ اور گندی ہے دہریہ بھی زنا اور جھوٹ کو برا جانینگے۔ تکبّر اور حسد کو اچھا نہ سمجھینگے مگر کیوں؟ ان کے پاس تو کوئی شریعت نہیں۔ اسی لئے نہ کہ انکا دل برا مناتا ہے۔ اور دل اسی لئے برا مناتا ہے کہ مجھے اس فعل کی ایک حاکم اعلیٰ کی طرف سے سزا ملیگی۔ گو وہ لفظوں میں اسے ادا نہیں کر سکتا۔ اسی کی تائید میں ایک اور جگہ قرآن شریف میں ہے کہ فالھمھا فجورھا وتقوٰیھا۔ اللہ تعالےٰ نے ہر نفس میں نیکی اور بدی کا الہام کر دیا ہے پس نیکی بدی کا احساس خود خدا کی ایک زبردست دلیل ہے اگر خدا نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک چیز کو نیک اور ایک کو بد کہا جاوے جو دل میں آئے لوگ کر لیا کریں ✣

دلیل چہارم | چوتھی دلیل جو قرآن شریف سے ذات باری کے متعلق معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی وَاَنَّهٗ ھُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی وَاَنَّهٗ ھُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی یعنے یہ بات ہر ایک نبی کی معرفت ہم نے پہنچا دی ہے کہ ہر ایک چیز کا انتہا اللہ تعالےٰ کی ذات پر ہی جا کر ہوتا ہے اور خواہ خوشی کے واقعات ہوں یا رنج کے وہ خدا ہی کی طرف سے آتے ہیں اور موت و حیات سب اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اور اُسنے مرد و عورت دونوں کو پیدا کیا ہے ایک چھوٹی سی چیز سے جس وقت وہ ڈالی گئی ✣

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے انسان کو اسطرف متوجّہ کیا ہے کہ ہر ایک فعل کا ایک فاعل ہوتا ہے اور ضرور ہے کہ ہر کام کا کوئی کرنیوالا بھی ہو پس اس تمام کائنات پر اگر غور کروگے تو ضرور تمہاری رہنمائی اسطرف ہوگی کہ سب اشیاء آخر جا کر ذات باری پر ختم ہوتی ہیں اور وہی انتہاء ہے تمام اشیاء کی اور اُسی کے اشارہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اُسکی ابتدائی حالت کی طرف متوجہ کر کے فرمایا ہے کہ تمہاری پیدائش تو ایک

نطفہ سے ہے اور تم تو جوں جوں پیچھے جاتے ہو کمزور ہی ہوتے جاتے ہو پھر تم کیونکر اپنے خالق ہو سکتے ہو جب خالق کے بغیر کوئی مخلوق ہو نہیں سکتی۔ اور انسان اپنا آپ خالق نہیں ہے کیونکہ اسکی حالت پر جس قدر غور کریں۔ وہ نہایت چھوٹی اور ادنیٰ حالت سے ترقی کرکے اس حالت کو پہنچتا ہے۔ اور جب وہ موجودہ حالت میں خالق نہیں تو اس کمزور حالت میں کیونکر خالق ہو سکتا تھا تو ماننا پڑیگا۔ کہ اسکا خالق کوئی اور ہے جس کی طاقتیں غیر محدود اور قدرتیں لاانتہا ہیں۔ غرضیکہ جس قدر انسان کی درجہ بدرجہ ترقی پر غور کرتے جائیں۔ اسکے اسباب باریک سے باریک تر ہوتے جاتے ہیں۔ اور آخر ایک جگہ جاکر تمام دنیاوی علوم کہہ دیتے ہیں کہ یہاں اب ہمارا دخل نہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ کیوں ہو گیا۔ اور وہی مقام ہے کہ جہاں اللہ تعالےٰ کا ہاتھ کام کر رہا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک سائنس دان کو آخر ماننا پڑتا ہے کہ اِلیٰ ربِّکَ المنتھیٰ یعنے ہر ایک چیز کی انتہا آخر ایک ایسی ہستی پر ہوتی ہے کہ جسکو وہ اپنی عقل کے دایرہ میں نہیں لاسکتے اور وہی خدا ہے یہ ایک ایسی موٹی دلیل ہے کہ جسے ایک جاہل سے جاہل انسان بھی سمجھ سکتا ہے ✣

کہتے ہیں کسی نے کسی بدوی سے پوچھا تھا۔ کہ تیرے پاس خدا کی کیا دلیل ہے۔ اسنے جواب دیا کہ جنگل میں[1] ایک اونٹ کی مینگنی پڑی ہوئی ہو تو میں دیکھکر بتا دیتا ہوں کہ یہاں کوئی اونٹ گزرا ہے پھر اتنی بڑی مخلوقات کو دیکھکر کیا میں معلوم نہیں کر سکتا۔ کہ اسکا کوئی خالق ہے واقعی یہ جواب ایک سچا اور فطرت کے مطابق جواب ہے اور اس مخلوقات کی پیدائیش کی طرف اگر انسان توجہ کرے تو آخر ایک ہستی کو ماننا پڑتا ہے کہ جس نے یہ سب پیدا کیا ✣

پانچویں دلیل پانچویں دلیل ہستی باری کی جو قرآن شریف نے دی ہے گو اسی رنگ کی ہے لیکن اس سے زیادہ زبردست ہے۔ اور وہاں استدلال بالاولیٰ سے کام لیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تبارك الذی بیدہ الملك وھو علی کل

[1] البعرۃ تدل علی البعیر واثر القدم علی السفیر فالسماء ذات البروج والارض ذات فجاج اما تدل علی

شَیْءٍ قَدِیْرُنِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰاتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ یعنی بہت برکت والا ہے۔ وہ جس کے ہاتھ میں ملک ہے۔ وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اسنے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے۔ تاکہ دیکھے۔ کہ تم میں سے کون زیادہ نیک عمل کرتا ہے اور وہ غالب ہے بخشندہ ہے اسنے ساتوں آسمان بھی پیدا کئے ہیں۔ اور ان میں آپس میں موافقت اور مطابقت رکھی ہے۔ تو کبھی کوئی اختلاف اللہ تعالےٰ کی پیدائش میں نہیں دیکھے گا پس اپنی آنکھ کو لوٹا کیا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے دوبارہ اپنی نظر کو لوٹا کر دیکھ تیری نظر تیری طرف تھک کر اور ماندہ ہو کر لوٹے گی ÷

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ تمام کائنات اتفاقاً پیدا ہو گئی اور اتفاقی طور سے مادہ کے ملنے سے یہ سب کچھ بن گیا۔ اور سائنس سے ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں کہ یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا خود بخود جڑ کر آپ ہی چلتی جائے اور اسکی کل پھرانیوالا کوئی نہ ہو لیکن ان کا جواب اللہ تعالےٰ ان آیات میں دیتا ہے۔ کہ اتفاقی طور سے جڑنے والی چیزوں میں۔ کبھی ایک سلسلہ اور انتظام نہیں ہوتا۔ بلکہ بے جوڑی ہوتی ہے مختلف رنگوں سے ملکر تصویر بنتی ہے۔ لیکن کیا اگر مختلف رنگ ایک کاغذ پر پھینکدیں۔ تو اس سے تصویر بن جائیگی اینٹوں سے مکان بنتا ہے لیکن کیا اینٹیں ایک دوسرے پر پھینکدینے سے مکان بن جائیگا۔ بفرض محال اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ بعض واقعات اتفاقاً بھی ہو جاتے ہیں لیکن نظام عالم کو دیکھکر کبھی کوئی انسان نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ سب کچھ آپ ہی ہو گیا۔ مانا کہ خود بخود مادہ پیدا ہو گیا۔ مانا کہ خود بخود ہی مادہ سے زمین پیدا ہو گئی اور یہ بھی مان لیا۔ کہ اتفاقاً ہی

انسان پیدا ہو گیا۔ لیکن انسان کی خلقت پر نظر تو کرو کہ کیا ایسی کامل پیدائش کبھی خود بخود ہو سکتی ہے

عام طور سے دنیا میں ایک صفت کی خوبی سے اسکے صناع کا پتہ لگتا ہے ایک عمدہ تصویر کو دیکھکر فوراً خیال ہوتا ہے کہ کسی بڑے مصوّر نے بنائی ہے ایک عمدہ تحریر کو دیکھکر سمجھا جاتا ہے کہ کسی بڑے کاتب نے لکھی ہے۔ اور جس قدر ربط بڑھتا جائے اُسی قدر اسکے بنانے یا لکھنے والے کی خوبی اور بڑائی ذہن نشین ہوتی جاتی ہے۔ پھر کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایسی منتظم دنیا خود بخود اور یونہی پیدا ہو گئی ؛

ذرہ اس بات پر تو غور کرو کہ جہاں انسان میں ترقی کرنیکے قوٰے ہیں وہاں اُسے اپنے خیالات کو عملی صورت میں لانیکے لئے عقل دی گئی ہے۔ اور اُسکا جسم بھی اُسکے مطابق بنایا گیا ہے چونکہ اسکو محنت سے رزق کمانا تھا۔ اسلئے اُسے مادہ دیا کہ چل پھر کر اپنا رزق پیدا کرے۔ درخت کا رزق اگر زمین میں رکھا ہے تو اُسے جڑیں دیں کہ وہ اس کے اندر سے اپنا پیٹ بھرے۔ اگر شیر کی خوراک گوشت رکھی تو اُسے شکار مارنے کے لئے ناخن دئے اور اگر گھوڑے اور بیل کے لئے گھانس کھانا مقدر کیا تو انکو ایسی گردن دی جو جھک کر گھانس پکڑ سکے۔ اور اگر اونٹ کے لئے درختوں کے پتے اور کانٹے مقرر کئے تو اسکی گردن بھی اونچی بنائی کیا یہ سب کارخانہ اتفاق سے ہوا۔ کیا اتفاق نے اس بات کو معلوم کر لیا تھا کہ اونٹ کو گردن لمبی دوں اور شیر کو پنجے اور درخت کو جڑیں اور انسان کو ٹانگیں ہاں کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جو کام خود بخود ہو گیا۔ اس میں اس قدر انتظام رکھا گیا ہو۔ پھر اگر انسان کے لئے پھیپھڑا بنایا۔ تو اُسکے لئے ہوا بھی پیدا کی۔ اگر پانی پر اُسکی زندگی رکھی تو سورج کے ذریعہ اور بادلوں کی معرفت اُسے پانی پہنچایا۔ اور اگر آنکھیں دیں تو انکے کارآمد بنانے کے لئے سورج کی روشنی بھی دی۔ تاکہ وہ اس میں دیکھ بھی سکے کان دئے تو ساتھ اُسکے خوبصورت آوازیں بھی پیدا کیں۔ زبان کیساتھ ذائقہ دار

چیزیں بھی عطا فرمائیں ناک پیدا کیا تو خوشبو بھی مہیا کردی ممکن تھا۔ کہ اتفاق انسان میں پھیپھڑا پیدا کردیتا لیکن اُسکے لئے یہ ہوا کا سامان کیونکر پیدا ہو گیا۔ اور ممکن تھا۔ کہ آنکھیں انسان کی پیدا ہو جائیں لیکن وہ عجیب اتفاق تھا۔ کہ جس نے کروڑوں میلوں پر جاکر ایک سورج بھی پیدا کردیا۔ کہ تا وہ اپنا کام کرسکیں۔ اگر ایک طرف اتفاق نے کان پیدا کردئے تھے۔ تو یہ کونسی طاقت تھی جس نے دوسری طرف آواز بھی پیدا کردی برفانی ممالک میں مان لیا کہ کتے اور ریچھ تو اتفاق نے پیدا کردیئے لیکن کیا سبب کہ ان کتوں یا ریچھوں کے بال اتنے لمبے بن گئے۔ کہ وہ سردی سے محفوظ رہ سکیں اتفاق ہی نے ہزاروں بیماریاں پیدا کیں۔ . . . . اور اتفاق ہی نے انکے علاج بنا دیئے۔ اتفاق ہی نے بچھو بوٹی جس کے چھونے سے خارش ہونے لگجاتی ہے پیدا کی اور اس نے اسکے ساتھ پالک کا پودہ اگا دیا۔ کہ اسکا علاج ہو جائے دہریوں کا اتفاق بھی عجیب ہے کہ جن چیزوں کے لئے موت تجویز کی انکے ساتھ توالد کا سلسلہ بھی قائم کردیا۔ اور جن چیزوں کے ساتھ موت نہ تھی وہاں یہ سلسلہ ہی نہیں رکھا انسان اگر پیدا ہوتا۔ اور مرتا نہیں تو کچھ سالوں میں ہی دنیا کا خاتمہ ہو جاتا۔ اسلئے اس کے لئے فنا لگادی لیکن سورج اور چاند اور زمین نہ نئے پیدا ہوتے ہیں نہ اگلے فنا ہوتے ہیں کیا یہ انتظام کچھ کم تعجب انگیز ہے کہ زمین اور سورج میں چونکہ کشش رکھی ہے اس لئے انکو ایک دوسرے سے اتنی دور رکھا ہے کہ آپس میں ٹکر نہ جائیں کیا یہ سب باتیں اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ ان سب چیزوں کا خالق وہ ہے جو نہ صرف علیم ہے بلکہ غیر محدود علم والا ہے اسکے قواعد ایسے منضبط ہیں۔ کہ ان میں کچھ اختلاف نہیں۔ اور نہ کچھ کمی ہے مجھے تو اپنی انگلیاں بھی اسکی ہستی کا ایک ثبوت معلوم ہوتی ہیں مجھے جہاں علم دیا تھا۔ اگر شیر کا پنجہ ملجائے تو کیا میں اس سے لکھ سکتا تھا۔ شیر کو علم نہیں دیا اسے پنجے دئے مجھے علم دیا . . . لکھنے کے لئے انگلیاں بھی دیں ✣

سلطنتوں میں ہزاروں مدبر انکی درستی کے لئے رات دن لگے رہتے ہیں لیکن پھر بھی دیکھتے ہیں۔ کہ اُنسے ایسی ایسی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ کہ جن سے سلطنتوں کو خطرناک نقصان پہنچ جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات بالکل تباہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر اس دنیا کا کاروبار صرف اتفاق پر ہے تو تعجب ہے کہ ہزاروں دانا دماغ تو غلطی کرتے ہیں۔ لیکن یہ اتفاق تو غلطی نہیں کرتا۔ لیکن سچی بات یہی ہے۔ کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے۔ جو بڑے وسیع عالم کا مالک اور عزیز ہے اور اگر یہ نہ ہوتا۔ تو یہ انتظام نظر نہ آتا۔ اب جس طرف نظر دوڑا کر دیکھو تمہاری نظر قرآن شریف کے ارشاد کے مطابق خائب و خاسر واپس آئیگی اور ہر ایک چیز میں ایک انتظام معلوم ہوگا۔ نیک جزا اور بدکار سزا پا رہے ہیں ہر ایک چیز اپنا مفوضہ کام کر رہی ہے اور ایک دم کے لئے سست نہیں ہوئی یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے لیکن میں اسے یہیں ختم کرتا ہوں عاقل را اشارہ کافی است

دلیل ششم | قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے منکر ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور یہ بھی ایک ثبوت ہے انکے باطل پر ہونیکا کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے ماننے والونکو ہمیشہ فتوحات دیتا ہے اور وہ اپنے مخالفوں پر غالب رہتے ہیں۔ اگر کوئی خدا نہیں تو یہ نصرت و تائید کہاں سے آتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرعون موسیٰ کی نسبت فرماتا ہے

کہ قال انا ربکم الاعلیٰ فاخذہ اللہ نکال الاخرۃ والاولیٰ

یعنی جب حضرت موسیٰ نے اسے اطاعت الٰہی کی نسبت کہا۔ تو اس نے تکبر سے جواب دیا کہ خدا کیسا خدا تو میں ہوں پس اللہ تعالےٰ نے اسے اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی ذلیل کر دیا چنانچہ فرعون کا واقعہ ایک بیّن دلیل ہے کہ کس طرح خدا کے منکر ذلیل وخوار ہوتے رہے ہیں علاوہ ازیں دنیا میں کبھی کوئی سلطنت دہریوں نے قائم نہیں کی بلکہ دنیا کے فاتح اور ملکوں کے مصلح اور تاریخ کے بنانے والے وہی لوگ ہیں کہ جو خدا کے قائل ہیں کیا یہ انکی ذلت و نکبت اور ایک قوم کی صورت میں کبھی دنیا کے سامنے نہ آنا کچھ معنی

نہیں رکھتا +

ساتویں دلیل اللہ تعالیٰ کی ہستی کی یہ ہے کہ اسکی ذات کے ماننے والے اور اسپر حقیقی ایمان رکھنے والے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اور باوجود لوگوں کی مخالفت کے انپر کوئی مصیبت نہیں آتی خدا تعالےٰ کی ہستی کے منوانے والے ہر ملک میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور جس قدر انکی مخالفت ہوئی ہے اتنی اور کسی کی نہیں ہوئی لیکن پھر دنیا اسکے خلاف کیا کرسکی رامچندر کو بن باس دینے والوں نے کیا سکھ پایا۔ اور راون نے کونسی عشرت حاصل کرلی کیا رامچندر کا نام ہزاروں سال کے لئے زندہ نہیں ہوگیا۔ اور کیا راون کا نام ہمیشہ کے لئے بدنام نہیں ہوا۔ اور کرشن کی بات کا رد کرکے کوروں نے کیا فائدہ حاصل کیا۔ کیا وہ کروچھتر کے میدان میں تباہ نہ ہوئے فرعون کا بادشاہ جو بنی اسرائیل سے اینٹیں پتھواتا تھا اس نے موسیٰ سے بیکس انسان کی مخالفت کی مگر کیا موسیٰ کا کچھ بگاڑ سکا وہ غرق ہوگیا اور موسیٰ بادشاہ ہوگئے حضرت مسیح کی دنیا نے جو کچھ مخالفت کی وہ بھی ظاہر ہے اور انکی ترقی بھی جو کچھ ہوئی پوشیدہ نہیں انکے دشمن تو تباہ ہوئے اور انکے غلام ملکوں کے بادشاہ ہوگئے۔ ہمارے آقا بھی دنیا میں سب سے زیادہ اس پاک ذات کے نام کے پھیلانیوالے تھے یہانتک کہ ایک یورپ کا مصنف کہتا ہے۔ کہ انکو خدا کا جنون تھا (نعوذ باللہ) ہر وقت خدا خدا ہی کہتے رہتے تھے۔ انکی سات قوموں نے مخالفت کی اپنے پرائے سب دشمن ہوگئے مگر کیا پھر آپ کے ہاتھ پر دنیا کے خزانے فتح نہیں ہوئے اگر یہ خدا نہیں تو یہ تائید کس نے کی اگر یہ سب کچھ اتفاق تھا تو کوئی مبعوث تو ایسا ہوتا جو خدا کی خدائی ثابت کرنے آتا اور دنیا اسے ذلیل کردیتی مگر جو کوئی خدا کے نام کو بلند کرنے اٹھا وہ معزز و ممتاز ہی ہوا چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ و من یتول اللہ و رسولہ و الذین امنوا فان حزب اللہ ہم الغالبون اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرتا ہے پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہی لوگ خدا کے ماننے والے

ہی غالب رہتے ہیں ؛

دلیل ہشتم آٹھویں دلیل جو قرآن شریف سے اللہ تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت میں ملتی ہے یہ ہے کہ وہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے یعنے جب کوئی انسان گھبرا کر آپ کے حضور میں دعا کرتا ہے تو وہ اسے قبول کرتا ہے. اور یہ بات کسی خاص زمانہ کے متعلق نہیں بلکہ ہر زمانہ میں اُسکے نظارہ موجود ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی و لیومنوابی لعلھم یرشدون یعنی جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں تو انہیں کہدو کہ میں ہوں اور پھر قریب ہوں پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پس چاہیئے کہ وہ بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ کیونکر معلوم ہو کہ دعا خدا سنتا ہے کیوں نہ کہا جائے کہ اتفاقاً بعض دعا کرنے والے کے کام ہوجاتے ہیں جیسے بعض کے نہیں بھی ہوتے اگر سب دعائیں قبول ہوجائیں تب تو کچھ بات بھی تھی لیکن بعض کے قبول ہونے سے کیونکر معلوم ہو کہ اتفاق نہ تھا۔ بلکہ کسی ہستی نے انہیں قبول کرلیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ دعا کی قبولیت اپنے ساتھ نشان رکھتی ہے۔ چنانچہ ہمارے آقا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام نے ثبوت باری کی دلیل میں یہ پیش کیا تھا کہ چند بیمار جو خطرناک طور سے بیمار ہوں چنے جائیں اور قرعہ سے بانٹ لئے جائیں اور ایک گروہ کا ڈاکٹر علاج کریں اور ایک طرف میں اپنے حصہ والوں کے لئے دعا کروں پھر دیکھو کہ کس کے بیمار اچھے ہوتے ہیں اب اس طریق امتحان میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک سگ گزیدہ جسے دیوانگی ہوگئی تھی اور جس کے علاج سے کسولی کے ڈاکٹروں نے قطعًا انکار کردیا تھا اور لکھدیا تھا کہ اسکا کوئی علاج نہیں اسکے لئے آپ نے دعا کی۔ اور وہ اچھا ہوگیا۔ حالانکہ دیوانے کتے کے کٹے ہوئے دیوانہ ہو کر کبھی اچھے نہیں ہوتے۔ پس

دعاؤنکی قبولیت اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو انہیں قبول کرتی ہے اور دعاؤنکی قبولیت کسی خاص زمانہ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ہر زمانہ میں اسکے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں جیسے پہلے زمانہ میں دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ ویسی ہی اب بھی ہوتی ہیں ؞

دلیل نہم نویں دلیل قرآن شریف سے وجود باری کی الہام معلوم ہوتی ہے یہ دلیل گو میں نے نویں نمبر پر رکھی ہے لیکن درحقیقت نہایت عظیم الشان دلیل ہے جو خدا تعالےٰ کے وجود کو یقینی طور سے ثابت کر دیتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ یعنے اللہ تعالےٰ اپنے مومن بندوں کو اس دنیا اور اگلی دنیا میں پکی باتیں سنا سنا کر مضبوط کرتا رہتا ہے۔ پس جب کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالےٰ ایک بڑی تعداد کے ساتھ ہمکلام ہوتا رہتا ہے۔ تو پھر اسکا انکار کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور نہ صرف انبیاء اور رسولوں سے ہی ہمکلام ہوتا ہے بلکہ اولیاء سے بھی بات کرتا ہے اور بعض دفعہ اپنے کسی غریب بندہ پر بھی رحم کر کے اسکی تشفّی کے لئے کلام کرتا ہے چنانچہ اس عاجز سے بھی اُس نے کلام کیا۔ اور اپنے وجود کو دلائل سے ثابت کیا پھر یہی نہیں بعض دفعہ نہایت گندہ اور بد باطن آدمیوں سے بھی ان پر حجت قائم کرنیکے لئے بول لیتا ہے چنانچہ بعض دفعہ چوہڑوں چماروں کنچنیوں تک کو خوابیں اور الہام ہو جاتے ہیں۔ اور اس بات کا ثبوت کہ وہ کسی زبردست ہستی کی طرف سے ہیں یہ ہوتا ہے۔ کہ بعض دفعہ ان میں غیب کی خبریں ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہو کر بتا دیتی ہیں کہ یہ انسانی دماغ کا کام نہ تھا اور نہ کسی بد ہضمی کا نتیجہ تھا۔ اور بعض دفعہ سینکڑوں سال آگے کی خبریں بتائی جاتی ہیں تاکہ کوئی یہ نہ کہدے کہ موجودہ واقعات خواب میں سامنے آگئے اور وہ اتفاقاً پورے بھی ہو گئے چنانچہ توریت اور قرآن شریف میں مسیحیوں کی ان ترقیوں کا جنکو دیکھکر اب دنیا حیران ہے پہلے سے ذکر موجود تھا اور پھر صریح لفظوں میں تفصیل کے ساتھ بلکہ ان واقعات کا بھی ذکر ہے جو آیندہ پیش آنیوالے ہیں مثلاً اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ یعنے ایک وقت آتا ہے

کہ اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی اور حدیث مسلم میں اسکی تفسیر یہ ہے ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا یعنی اونٹنیوں سے کام نہ لیا جائیگا۔ چنانچہ اس زمانہ میں ریل کے اجراء سے یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ریل کے متعلق نبی کریم صلعم کے کلام میں ایسے ایسے صاف اشارے پائے جاتے ہیں جن سے ریل کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ کلام نبوت میں یہی سواری ہے جو جبس ما سے چلے گی اور اپنے آگے دھوئیں کا ایک پہاڑ رکھیگی اور سواری و بار برداری کے لحاظ سے حمار کی جا بجا ہوگی اور چلتے وقت ایک آواز کریگی۔ وغیر ذالک

دوم اذا الصّحف نشرت یعنی کتابوں اور نوشتوں کا بہ کثرت شائع ہونا۔ آجکل بباعث چھاپہ کی کلوں کے جس قدر اس زمانے میں کثرت اشاعت کتابوں کی ہوئی اسکے بیان کی ضرورت نہیں

سوم اذا النّفوس زوّجت نوع انسان کی باہمی تعلقات کا بڑھنا اور ملاقاتوں کا طریق سہل ہو جانا کہ موجودہ زمانے سے بڑھکر متصور نہیں

چہارم ترجف الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ متواتر اور غیر معمولی زلزلوں کا آنا یہانتک کہ زمین کانپنے والی بنجائے سو یہ زمانہ اسکے لئے بھی خصوصیت سے مشہور ہے

پنجم وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا (کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے کچھ مدت پہلے ہلاک نہیں کرینگے یا کسی حد تک اسپر عذاب وارد نہیں کرینگے چنانچہ اسی زمانہ میں طاعون اور زلزلوں اور طوفان اور آتش فشاں پہاڑوں کے صدمات اور باہمی جنگوں سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ اور اسقدر اسباب موت کے اس زمانہ میں جمع ہوئے ہیں اور اس شدت سے وقوع میں آئے ہیں کہ اس مجموعی حالت کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں پائی نہیں جاتی پھر اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ ہر صدی میں اسکے ماننے والوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو الہام الہی سے سرفراز

اور خارق عادت نشانات سے ظاہر کرتے . . . . . . ہوتے رہتے ہیں۔
ہیں کہ ایک قادر و توانا مدبّر بالارادہ عالم الغیب ہستی ہے چنانچہ اس زمانے کے مامور پر
نہایت بے بسی و گمنامی کی حالت میں خدا نے وحی نازل کی
یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ
وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ (دیکھو براہین احمدیہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء
صفحہ ۲۴۱- کہ ہر ایک راہ سے لوگ تیرے پاس آئینگے اور ایسی کثرت سے آئینگے کہ وہ راہیں جن
پر وہ چلیں گے عمیق ہو جائینگی تیری مدد وہ لوگ کرینگے جنکے دلوں میں ہم آپ القا کرینگے مگر چاہیئے
تو خدا کے بندوں سے جو تیرے پاس آئینگے بد خلقی نہ کرے اور چاہیئے کہ تو انکی کثرت دیکھکر ملاقاتوں
سے تھک نہ جائے ایک شخص ایک ایسے گاؤں میں رہنے والا جس کے نام سے بھی مہذب دنیا
میں سے کوئی آگاہ نہیں یہ اعلان کرتا ہے پھر باوجود سخت مخالفتوں اور روکوں کے ایک دنیا
دیکھتی ہے کہ امریکہ و افریقہ سے لیکر تمام علاقوں کے لوگ یہاں حاضر رہتے ہیں۔ اور آدمیوں کی
کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان سب سے مصافحہ و ملاقات کرنا کسی معمولی آدمی کا کام نہیں ہو سکتا
پھر ایک مقتدر جماعت اپنے پیارے وطن چھوڑ کر یہاں رہنا اختیار کرتی ہے۔ اور قادیان کا
نام تمام دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔ کیا یہ چھوٹی سی بات ہے اور یہ ایسا نشان ہے جسے معمولی نظر
سے ٹال دیا جاوے ✤

دوم۔ عیسائیوں میں سے ڈوئی نے امریکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور اپنے یہ ناپاک
کلمات شائع کئے کہ "میں خدا سے دعا کرتا ہوں وہ دن جلد آئے کہ اسلام دنیا سے نابود
ہو جائے اے خدا تو ایسا ہی کر اے خدا اسلام کو ہلاک کر" تو حضرت یہ حضور مسیح موعود ہمارے امام
علیہ السلام تھے جنہوں نے اسکے مقابلے میں اشتہار دیا کہ اے شخص جو مدعی نبوت ہے آ اور میرے
ساتھ مباہلہ کر ہمارا مقابلہ دعا سے ہوگا۔ اور ہم دونوں خدا تعالیٰ سے دعا کرینگے کہ ہم سے
جو شخص کذاب ہے وہ پہلے ہلاک ہو (ٹیلیگراف ۵ جولائی ۱۹۰۳ء) لیکن اس نے

رعونت سے کہا کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دونگا۔ اگر میں اپنا پاؤں انپر رکھوں تو انکو کچل کر مار ڈالوں (ڈوئی کا پرچہ دسمبر ۱۹۰۳ء) مگر حضور مہدی نے فرما دیا تھا۔ اور اسی اشتہار ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء میں شایع کیا تھا۔ کہ اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی یقیناً سمجھو کہ اسکے سیحون پر جلد تر آفت آنیوالی ہے اے خدا اے کامل خدا یہ فیصلہ جلد کر اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے۔

پھر اسکے بعد معزز ناظرین سنو! کیا ہوا وہ جو شاہزادوں کی زندگی بسر کرتا تھا جس کے پاس سات کروڑ نقد تھا۔ اسکی بیوی اور اسکا بیٹا دشمن ہو گئے اور باپ نے اشتہار دیا۔ کہ وہ ولد الزنا ہے آخر اس پر فالج گرا پھر غموں کے مارے پاگل ہو گیا۔ آخر مارچ ۱۹۰۷ء میں بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ جیسا کہ خدا نے اپنے مامور کو پہلے الہام دی اور جیسا کہ حضرت اقدس نے ۲۰۔ فروری ۱۹۰۷ء کے اشتہار میں شایع فرمایا تھا خدا فرماتا ہے کہ "میں ایک تازہ نشان ظاہر کرونگا جس میں فتح عظیم ہوگی وہ تمام دنیا کے لیئے ایک نشان ہوگا" ہلاک ہو کر خدا کی ہستی پر گواہی دے گیا۔ یہ عیسائی دنیا پرانی دنیا اور نئی دنیا دونوں پر حضور کی فتح تھی سوم۔ اس ملک میں آریوں کا زور ہے انکا زعیم لیکھرام تھا رسالہ کرامات الصادقین مطبوعہ صفر ۱۳۱۱ھ میں یہ پیشگوئی درج کی کہ لیکھرام کی نسبت خدا نے میری دعا قبول کر کے مجھے خبر دی ہے کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہوگا۔ اور اسکا جرم یہ ہے کہ وہ خدا کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا تھا۔ اور برے لفظوں کے ساتھ توہین کرتا تھا پھر ۲۲۔ فروری ۱۹۹۳ء کے اشتہار میں اسکے مرنیکی صورت بھی بتا دی عجل جسد له خوار له نصب وعذاب یعنے لیکھرام گوسالہ سامری ہے جو بیجان ہے اور اس میں محض ایک آواز ہے جس میں روحانیت نہیں اسلئے اسکو عذاب دیا جائیگا جو گوسالہ سامری کو دیا گیا تھا ہر ایک شخص جانتا ہے کہ گوسالہ سامری کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا اور پھر جلایا گیا اور دریا میں ڈالا گیا تھا پھر ۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو آپنے ایک کشف دیکھا (دیکھو برکات الدعا کا حاشیہ) کہ ایک قوی مہیب شکل جو گویا انسان نہیں

ملائک شداد و غلاظ سے ہے وہ پوچھتا ہے کہ لیکھرام کہاں ہے پھر کرامات الصادقین کے اس شعر سے دن بھی بتادیا ۵ وبشرنی ربی و قال مبشرا ۔ ستعرف یوم العید والعید اقرب یعنی عید سے دوسرے دن ہفتہ والے دن اور ۵ الاے دشمن نادان و بیراہ ۔ بترس از تیغ بران محمدؐ پانچسال پہلے شائع کر کے قتل کی صورت بھی بتادی آخر لیکھرام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو قتل کیا گیا اور سب نے متفق اللفظ مان لیا کہ یہ پیشگوئی بڑی صفائی کے ساتھ پوری ہو کر اللہ کی ہستی کے لئے حجت ناطقہ ٹھہری پس الہام الٰہی ایک ایسی چیز ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے خدا کا انکار کرنا نہایت بیحیائی و بیشرمی ہوگی

دلیل دہم | دسویں دلیل جو ہر ایک نزاع کے فیصلہ کے لئے قرآن شریف نے بیان فرمائی ہے اس آیت سے نکلتی ہے کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنے جو لوگ ہمارے متعلق کوشش کرتے ہیں ہم انکو اپنی راہ دکھادیتے ہیں اور اس آیت پر جن لوگوں نے عمل کیا ہے وہ ہمیشہ نفع میں رہے ہیں وہ شخص جو خدا تعالےٰ کا منکر ہو اسے تو ضرور خیال کر لینا چاہیئے کہ اگر خدا ہے تو اسکے لئے بہت مشکل ہوگی پس اس خیال سے اگر سچائی کے دریافت کرنیکی اسکے دل میں تڑپ ہو تو اسے چاہیئے کہ گڑ گڑا کر اور بہت زور لگا کر وہ اس رنگ میں دعا کرے کہ اے خدا اگر تو ہے اور جس طرح تیرے ماننے والے کہتے ہیں تو غیر محدود طاقتوں والا ہے تو مجھپر رحم کر اور مجھے اپنی طرف ہدایت کر اور میرے دل میں بھی یقین اور ایمان ڈالدے تاکہ میں محروم نہ رہجاؤں اگر اسطرح سچے دل سے کوئی شخص دعا کریگا اور کم سے کم چالیس دن تک اسپر عمل کریگا تو خواہ اسکی پیدائش کسی مذہب میں ہوئی ہو اور وہ کسی ملک کا باشندہ ہو رب العالمین اسکی ضرور ہدایت کریگا اور وہ جلد دیکھ لیگا کہ اللہ تعالےٰ ایسے رنگ میں اسپر اپنا وجود ثابت کردیگا کہ اسکے دل سے شک و شبہ کی نجاست بالکل دور ہوجائیگی اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس طریق فیصلہ میں کسی قسم کا دھوکہ نہیں ہوسکتا پس سچائی کے طالبوں کے لئے اسپر عمل کرنا کیا مشکل ہے فی الحال ان دس دلائل پر ہی میں اپنا مضمون ختم کرتا ہوں اور گو قرآن شریف میں اور دلائل بھی ہیں لیکن میں سردست انہیں پر اکتفا کرتا ہوں اگر کوئی اسپر غور کریگا تو انہیں دلائل میں سے اسکے لئے اور دلائل بھی نکل آئینگی واللہ المستعان آخر میں ان احباب سے کہ جن کے ہاتھ میں یہ پمفلٹ پہنچے استدعا کرتا ہوں کہ اسے پڑھنے کے بعد کسی اور ایسے دوست کو دیدیں جس کے لئے یہ مفید ہوسکتا ہے

شہادۃ القرآن حصہ دوم

مصنّفہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی پر ایک محققانہ نظر

(گذشتہ سے پیوستہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ازالۂ اوہام حصہ اوّل کے صفحہ ۱۶۹-۷۰ میں تحریر فرماتے ہیں

"جاننا چاہیئے کہ قرآن شریف میں اول سے آخر تک توفّی کے معنی روح کو قبض کرنے اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے کئے گئے ہیں۔ اور انسان کی موت کی حقیقت بھی صرف اسی قدر ہے کہ روحکو خدا تعالیٰ قبض کر لیتا ہے اور جسم کو الگ کرکے چھوڑ دیتا ہے اور چونکہ نیند کی حالت بھی کسی قدر اس حقیقت میں اشتراک رکھتی ہے اسی وجہ سے مذکورہ بالا دو آیتوں میں نیند کو بھی بطور استعارہ توفی کی حالت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ نیند میں بھی ایک خاص حد تک روح قبض کی جاتی ہے اور جسم کو بیکار اور معطّل کیا جاتا ہے لیکن توفی کی کامل حالت جس میں کامل طور پر روح قبض کی جائے اور کامل طور پر جسم بیکار کر دیا جائے وہ انسان کی موت ہے اسی وجہ سے توفی کا لفظ عام طور پر قرآن شریف میں انسان کی موت کے بارے ہی میں استعمال کیا گیا ہے اور اول سے آخر تک قرآن شریف اسی استعمال سے بھرا پڑا ہے اور نیند کے محل پر توفی کا لفظ صرف دو جگہ قرآن شریف میں آیا ہے اور وہ بھی قرینہ قائم کرنیکے ساتھ اور ان آیتوں میں صاف طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ اس جگہ بھی توفی کے لفظ سے نیند مراد نہیں ہے بلکہ موت

ہی مراد ہے۔ اور اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ نیند بھی ایک موت ہی کی قسم ہے جس میں روح قبض کیجاتی ہے اور جسم معطل کیا جاتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ نیند ایک ناقص موت ہے اور موت حقیقی ایک کامل موت ہے"

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ازالہ اوہام حصہ دوم طبع اول کے صفحات ۹۱۷-۹۲۱ میں لفظ توفی کی نسبت ایک انعامی اشتہار بھی دیا تھا۔ جو ۱۸۹۱ء زمانہ طبع ازالہ اوہام سے ابتک للاحباب چلا آتا ہے۔ اور اسی طرح قیامت تک رہیگا افادۃ للناظرین وہ اشتہار ذیل میں درج کیا جاتا ہے

لفظ توفّی کی نسبت ہزار روپیہ کا اشتہار

تمام مسلمانوں پر واضح ہو کہ بکمال صفائی سے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریمؑ بر طبق آیت فیها تحیون وفیها تموتون زمین پر ہی اپنی جسمانی زندگی بسر کر کے فوت ہو چکے ہیں اور قرآن کریم کی سولہ آیتوں اور بہت سی حدیثوں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر آباد ہونے اور بسنے کے لئے دنیا میں بھیجے نہیں جاتے اور نہ حقیقی اور واقعی طور پر دو موتیں کسی پر واقع ہوتی ہیں اور نہ قرآن کریم میں واپس آنیوالوں کے لئے کوئی قانون وراثت موجود ہے با اینہمہ بعض علماء وقت کو اسبات پر سخت غلو ہے کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے اور نہایت بیباکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں کہ توفی کا لفظ جو قرآن کریم میں مسیح کی نسبت آیا ہے اسکے معنی وفات دینا نہیں ہے بلکہ پورا لینا ہے یعنی یہ کہ روح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا مگر ایسے معنی کرنا انکا سراسر افترا ہے قرآن کریم کا عموماً التزام

کیساتھ اس لفظ کے بارہ میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ قبض روح اور وفات دینے کے معنوں پر ہر یک جگہ اسکو استعمال کرتا ہے یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسول اللہ صلعم میں پایا جاتا ہو جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہو کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ بلکہ جہاں کہیں توفی کے لفظ کو خدا تعالےٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنے پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں کوئی کتاب لغت کی اُسکے مخالف نہیں کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اسکے مغایر نہیں غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کی گنجایش نہیں اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلعم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالےٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنے پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ دونگا۔ اور آیندہ اسکے کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کر لونگا"

اب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ان عبارات اور مولویصاحب کی تحریرات کو پڑھ لینے اور بخوبی سمجھ لینے کے بعد امور تنقیح طلب حسب ذیل قرار پاتے ہیں

(۱) لفظ توفی (باب تفعل) کا فاعل جب اللہ تعالےٰ ہو اور انسان اُسکا مفعول ہو جیسا کہ آیت انی متوفیک میں ہے تو لغت کی رو سے لفظ توفی کے معنے صرف قبض روح کئے جاتے ہیں یا قبض روح مع الجسم؟

(۲) آیا لفظ توفی کے معانی مختلفہ مندرجہ لغت میں سے کسی خاص معنی کو قرآن کریم

نے اپنی اصطلاح میں معین اور مخصوص کیا ہے تو ایسے مصطلحہ یا معقول شرعی معنی کیا ہیں ۔
(س) کسی لفظ کے مختلف لغوی معنوں سے مجرد کر کے جب قرآنی اصطلاح اُس لفظ کو ایک خاص معنی میں معین اور مخصوص کر دے تو آیا ایسی صورت میں مومن بالقرآن کو اس لفظ کے اصطلاحی معنے لینے چاہیئے یا بدستور لغوی معنی ؟

پہلی تنقیح کی بابت مولوی ابراہیم صاحب نے شہادۃ القرآن حصہ اول صفحہ ۷۱ لغایت ۹۳ کا حوالہ دیکر حصہ دوم میں جو خلاصہ دلائل تحریر فرمایا ہے اُسے ہم اوپر نقل کر آئے ہیں مولویصاحب نے شہادۃ القرآن حصہ اول کے صفحات ۷۱-۹۳ لفظ توفی کے معنی پر جو بحث کی ہے اسکا مسکت جواب اخویم قاضی اکمل صاحب نے شہادۃ الفرقان کے صفحات ۲۰-۲۶ میں لکھدیا ہے اس مباحثہ کو یہاں نقل کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے ناظرین دونوں کتابوں کو خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں مگر چونکہ مجھے اس موقعہ پر ایکدوسرے نقطۂ خیال کو مدنظر رکھکر بحث کرنا ہے اسلئے گزارش ہے کہ لفظ توفی باب تفعل کا فاعل جب اللہ تعالیٰ ہو اور انسان مفعول تو اس لفظ کے معنے لغت کی رُو سے قبض روح کے ہی آتے ہیں قبض روح معہ الجسم کے ہرگز نہیں آتے یہ بحث کہ لفظ توفی کے معنی قبض روح کے لینا وضعی اور حقیقی معنی کی تعریف میں داخل ہیں یا مجازی ہیں میرے نزدیک کچھ اہمیت نہیں رکھتے جب ہم لغت کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہیں تو لفظ توفی کے معنی بحالت مذکورہ قبض روح کے ہی پاتے ہیں کسی دوسرے معنوں کا کہیں نشان نہیں پایا جاتا پس اہل عقل و انصاف کو یا تو یہ بات مجبوراً تسلیم کرنا پڑیگی کہ واضع نے لفظ توفی کو بحالت مذکورہ قبض روح کے معنے کے لئے ہی وضع کیا ہے یا بطریق تنزّل یہ ماننا پڑیگا کہ اہل لغت کے عرف میں اس لفظ کے معنے بحالت مذکورہ قبض روح کے لئے معین اور مخصوص ہو چکے ہیں پس لفظ توفی کے معنے جو قبض روح کے لئے جاتے ہیں وہ پہلی صورت میں تو صراحتاً وضعی اور حقیقی کے حکم میں داخل ہونگے چنانچہ ذیل کے لغوی حوالجات سے جو نا بیدا ہم یہاں

نقل کرتے ہیں ناظرین پر یہ امر بخوبی واضح ہو جائیگا

لفظ توفی کے معنی لغت عرب سے

(۱) منتہی الارب جلد ۴ صفحہ ۱۳۵۴۔ توفّی میرانیدن یقال توفی اللہ تعالے ای قبض روح یعنی توفی کے معنے مارنیکے ہیں جیسے توفی اللہ کے معنی ہیں یعنے اللہ تعالے نے اس کی روح کو قبض کرلیا۔

(۲) اقرب الموارد جلد ۲ صفحہ ۱۴۷۲ توفی۔ المدۃ بلغھا واستکملھا توفی اللہ زیداً قبض روحہ توفی فلان مجھولاً قبضت روحہ ومات فا اللہ المتوفی والعبد المتوفی توفی کے معنی مدت کا پورا ہو جانا اور کامل ہو جانا اللہ تعالے نے زید کو متوفی کردیا یعنے اس کی روح کو قبض کرلیا فلاں شخص متوفی کہا گیا یعنی روح اسکی قبض کیگئی اور مرگیا جہاں خدا فاعل اور بندہ مفعول ہو تو وہاں بجز قبض روح اور موت کے اور کوئی معنی نہیں ہوتے

(۳) قاموس جلد ۴ صفحہ ۳۰۱ توفاہ اللہ قبض روحہ یعنے اللہ تعالے نے اس کی روحکو قبض کرلیا

(۴) تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴۔ توفی فلان اذا مات یعنی توفی فلاں کا اُس وقت استعمال ہوتا ہے جب آدمی مرجاتا ہے جب اللہ تعالے نے اُسکے نفس کو یعنی جان کو قبض کرلیا وفی الصحاح قبض روحہ اور صحاح میں ہے کہ اللہ تعالے نے اسکی روح کو قبض کرلیا

(۵) لسان العرب جلد ۲۰ صفحہ ۲۸۰ وتوفی فلان وتوفاہ اللہ اذا قبض نفسہ وفی الصحاح اذا قبض روحہ

(۶) صراح جلد ۴ صفحہ ۵۲۰ توفاہ اللہ ای قبض روحہ

(۷) صحاح جوہری جلد ۲ صفحہ ۵۶۳ توفاہ بمعنی توفاہ اللہ ای قبض روحہ یعنی توفاہ اللہ کے معنے اللہ نے اُسکو وفات دی یعنی اسکی روحکو قبض کرلیا

(۸) مفردات امام راغب اصفہانی جو قرآن کریم کے مفرد الفاظ کی لغت ہے اس میں یوں لکھا ہے۔ قد عبر عن النوم والموت بالتوفی وقال اللہ تعالٰی توفتہ رسلنا وتوفّنا مع الابرار یا عیسٰی انی متوفیك ورافعك الیّ قال ابن عباس توفی موت لانہ اماتہ یعنی توفی کے معنے نیند اور موت کے ہیں جیسے اللہ تعالٰے نے لکھا ہمارے فرشتے اسکو مارتے ہیں یا قبض روح کرتے ہیں ہمیں نیکوں کے ساتھ مار اے عیسٰی میں تجھے مارنیوالا ہوں اور اپنے قرب میں جگہ دینے والا ہوں۔ اور ابن عباس نے بھی لکھا ہے توفی کے معنے موت کے ہیں کیونکہ اللہ تعالٰے نے انکو مار دیا تھا (عسل مصفٰی)

معزز ناظرین! لغت عرب کی ان مشہور و مستند کتابوں سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ لفظ توفی جب انسان کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالٰے اُسکا فاعل ہوتا ہے تو اس لفظ کے معنے قبض روح کے سوائے اور کچھ نہیں ہوتے بلکہ اقرب الموارد میں، فاللہ المتوفی والعبد المتوفی لکھکر عربی لٹریچر کا ایک جنرل رول بتا دیا ہے پس توفی زیر بحث کے معنی قبض روح اگر حقیقی معنی نہیں بلکہ بقول مولوی ابراہیم صاحب مجازی معنے ہیں تو پھر مولوی صاحب کا فرض ہے کہ وہ لفظ زیر بحث کے کوئی اور معنی جو حقیقی معنی ہوں لغت عرب سے ثابت کر دکھائیں کیونکہ مجازی معنی کیلئے حقیقی معنی کا وجود ضروری اور لازمی ہے مگر جب لفظ توفی کے معنی بحالت مذکورہ بالا لغت عرب میں قدیمًا وحدیثًا صرف قبض روح کے ہی لئے جاتے ہیں تو اب حقیقت و مجاز کا علاقہ قائم رکھنے اور مولویصاحب کی بات بنانے کے لئے دوسرے معنے کہانسے تراشے جا سکتے ہیں اور جب دوسرے معنی نہیں تراشے جا سکتے تو لفظ توفی زیر بحث کے معنی قبض روح کو حقیقی شمار کریں کوئی امر مانع نہیں مولویصاحب

نے شہادۃ القرآن حصہ اول کے صفحوں میں لکھا ہے کہ جس لفظ کے کئی معنے یا کئی استعمالات ہوں اسکو ایک معنی میں معین کرنیکے لئے ضرور ضرور کوئی قرینہ موجود ہونا چاہیئے کیونکہ متکلم کی مراد ایک وقت میں اس لفظ سے ایک ہی ہے ،، مگر جب لفظ توفی بحالت مذکورہ کے معنی لغت میں صرف موت کے لکھے ہیں تو متکلم کی مراد جسوقت اسکے استعمال سے موت کے معنی ہوں تو عقلاً ظاہر ہے کہ اس معنی کے معین کرنیکے لئے کسی قرینہ کے قائم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ یہ معنی لغت کی رو سے خود معین ہیں۔ اور جس لفظ کے معنی معین کرنیکے لئے قرینہ قائم کرنیکی ضرورت ہو وہ حقیقی اپنے حقیقی معنوں میں مستعمل سمجھا جاتا ہے اسلئے نتیجہ یہ نکلا کہ لفظ توفی کے معنے موت حقیقی معنی ہیں

علاوہ بریں ہم قرآن کریم سے یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ لفظ توفی موت کے معنے میں بلا نصب قرینہ استعمال کیا گیا ہے اور یہ امر حسب معیار مسلمہ مولوی صاحب اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ توفی کے معنے موت بلاشبہ حقیقی معنی ہیں وہ آئتیں جو ہمارے بیان کی تائید کرتی ہیں حسب ذیل ہیں

(۱) رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ آل عمران ۲۰) اے پروردگار ہمارے اب بخش گناہ اور اتار ہماری برائیاں اور موت دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ

(۲) ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین (الاعراف رکوع ۱۴) اے رب دہانے کھولدے ہم پر صبر کے اور ہمکو مار مسلمان

(۳) انت ولیی فی الدنیا و الاخرۃ توفنی مسلماً و الحقنی بالصالحین سورہ یوسف رکوع ۱۱

تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجھکو اسلام پر اور ملا مجھکو نیکبختوں میں

موقعہ کو نوٹ کیا تھا۔

(۲) جب قرآن اور سنت سے اس خفگی کی بنا کا خفیف اور بے حقیقت ہونا ثابت ہو گیا۔ اور پھر کتب معتبرہ شیعہ سے بھی بجائے خفگی سیدہؓ کے رضامندی سیدہؓ پائی گئی۔ تو پھر بھی خفگی سیدہؓ کا اعتراض کئے جانا معترضین کی بکمال ضد پروری اور ہٹ دھرمی ہے۔

(۳) بالفرض اگر بقول معترضین حضرت سیدہؓ کی خفگی سے ابوبکرؓ صدیق پر کفر لازم آجاتا ہے تو میں کتب معتبرہ شیعہ سے دکھلا سکتا ہوں کہ آپ حضرت علیؑ پر بھی کبھی دفعہ خفا ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایکدفعہ جب کہ سیدہؓ نے حضرت علیؑ کو اپنی منزل میں حبشہ سے آئی ہوئی ایک لونڈی کی گود میں سر رکھے ہوئے دیکھ لیا تھا اور دوسری دفعہ بعد وفات رسول صلعم جب حضرت علیؑ نے انکی مدد نہ فرمائی اور گھر میں چپکے بیٹھ رہے ہر دو روایات کے لئے دیکھو بحار الانوار جلد عاشر مطبوعہ ایران صفحہ ۴۳ و ۴۴

دوسرے سوال کا جواب معترض نے اس قلم و دوات نہ دینے والے اعتراض کو بھی گول مول ابوبکرؓ و عمرؓ کے ذمے ڈال دیا ہے نہ اس کا ماخذ بتلایا نہ اسکے نتیجہ کی عقوبت

اگر اسکی مراد بخاری کی اس روایت سے ہے جس کے راوی فقط ابن عباسؓ ہیں۔ تو اسکو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ بخاری کی اس روایت میں قلم دوات نہ دینے والوں میں نہ ابوبکر کا نام مروی ہے نہ عمرؓ کا بلکہ بعض کا لفظ ہے "فقال بعضھم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اہل البیت واختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم کتابًا لا تضلوا بعد ومنھم من یقول غیر ذلک"۔ (بخاری کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۲ صفحہ ۵۸) پھر اس روایت میں اس مقصد کا پتہ بھی نہیں ہے جسکو معترضین مد نظر رکھتے ہیں یعنی یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلعم قلم دوات منگوا کر کیا لکھوانا چاہتے تھے اگر اس سے خواہ

جواب اعتراضات شیعہ

ہمارے دوست منشی خادم حسین صاحب نے شیعہ کے چند معرکۃ الآراء سوالات کا نہایت مدلل و مسکت خصم جواب دیا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء

پہلے سوال کا جواب معترض نے حضرت فاطمہؓ کے ابوبکرؓ پر خفا ہونے اور تاحین حیات کلام نہ کرنیکا اعتراض تو کر دیا ہے مگر نہ تو کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے اور نہ خود ہی اس خفگی کی وجہ ظاہر کی ہے اور نہ ہی اس خفگی کے نتیجہ کا جو اُسنے اپنے زعم میں قرار دیا اظہار کیا ہے بلکہ ویسے لہجہ میں اعتراض کرتا ہے گویا اہل سنت کے ہاں بھی یہ امر حد تواتر کو پہنچا ہے اور سوائے تسلیم کے کسی سنی کو اس سے چارہ نہیں لیکن اُسکا ایسا زعم بہت حد تک درست نہیں بوجوہ ذیل

(۱) اگر یہ ناراضگی باغ فدک کی بنا پر ہے تو معترض اور اسکے ہم مشربوں کو معلوم ہو آنحضرت صلعم کو فدک بطور فئے کے ہاتھ آیا تھا۔ اور فئے کی تقسیم آیات سورہ حشر میں خود خدا نے فرمادی ہے باقی رہا اسکا عملدرآمد یعنے یہ کہ آنحضرت صلعم کسطرح اسکی آمدنی کو خرچ فرماتے تھے اسکے لئے اسی بارہ میں جو فیصلہ ناطق حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے تنازعہ کے وقت صادر فرمایا ہے تسلّی کے لئے وہی کافی ہے دیکھو بخاری کتاب التفسیر سورہ حشر باب ما افاء اللہ علیٰ رسولہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مصر . . . .

. . . و بخاری کتاب النفقات باب حبس نفقہ صفحہ ۱۷۸ جلد ۳ مطبوعہ مصر اور بخاری کتاب الوصایا باب فرض الخمس صفحہ ۱۶ جلد ۲ و مدارج النبوۃ جلد ۲ فصل تقسیم میراث مطبوعہ نولکشور ص ۵۱۳ ہجری

علاوہ ازیں ابُوبکرؓ کے فیصلہ فدک پر خود کتب معتبرہ شیعہ میں حضرت سیدہ کی رضامندی بھی صاف الفاظ میں منقول ہے چنانچہ لکھا ہے "فرضیت بذالك" دیکھو شرح ابن میثم بحرانی جلد ۳۵ کلکتہ کی امپریل لائبریری میں اصل کتاب سے بچشم خود خاکسار نے اس

موقعہ کو نوٹ کیا تھا۔

(۲) جب قرآن اور سنت سے اس خفگی کی بنا کا خفیف اور بے حقیقت ہونا ثابت ہو گیا۔ اور پھر کتب معتبرہ شیعہ سے بھی بجائے خفگی سیدہؓ کے رضامندی سیدہؓ پائی گئی۔ تو پھر بھی خفگی سیدہؓ کا اعتراض کئے جانا معترضین کی کمال ضد پروری اور ہٹ دھرمی ہے۔

(۳) بالفرض اگر بقول معترضین حضرت سیدہؓ کی خفگی سے ابوبکر صدیقؓ پر کفر لازم آجاتا ہے تو میں کتب معتبرہ شیعہ سے دکھلا سکتا ہوں کہ آپ حضرت علیؑ پر بھی کئی دفعہ خفا ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایکدفعہ جب کہ سیدہؓ نے حضرت علیؑ کو اپنی منزل میں حبشہ سے آئی ہوئی ایک لونڈی کی گود میں سر رکھے ہوئے دیکھ لیا تھا اور دوسری دفعہ بعد وفات رسول صلعم جب حضرت علیؑ نے انکی مدد نہ فرمائی اور گھر میں چپکے بیٹھ رہے ہر دو روایات کے لئے دیکھو بحار الانوار جلد عاشر مطبوعہ ایران صفحہ ۴۳ و ۴۴

دوسرے سوال کا جواب

معترض نے اس قلم و دوات نہ دینے والے اعتراض کو بھی گول مول ابوبکرؓ و عمرؓ کے ذمے ڈال دیا ہے نہ اس کا ماخذ بتلایا نہ اسکے نتیجہ کی عقوبت اگر اسکی مراد بخاری کی اس روایت سے ہے جس کے راوی فقط ابن عباسؓ ہیں۔ تو اسکو معلوم ہونا چاہئیے۔ کہ بخاری کی اس روائیت میں قلم دوات نہ دینے والوں میں نہ ابوبکر کا نام مروی ہے نہ عمرؓ کا بلکہ بعض کا لفظ ہے" فقال بعضهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد غلب عليه الوجع وعندكم القران حسبنا كتاب الله فاختلف اهل البيت واختصموا فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده ومنهم من يقول غير ذلك"۔ (بخاری کتاب النبی صلے اللہ علیہ وسلّم الی کسریٰ و قیصر باب مرض النبی صلے اللہ علیہ وسلّم جلد ۳ صفحہ ۵۸) پھر اس روایت میں اس مقصد کا پتہ بھی نہیں ہے جسکو معترضین مدنظر رکھتے ہیں یعنی یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلعم قلم دوات منگوا کر کیا لکھوانا چاہتے تھے اگر اس سے خواہ

نخواہ خلافت بلافصل جناب علیؓ کے مقصد پر زور دیا جائے تو ایسی روایات بھی کتب اہل سنت میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وصیت در اصل جناب صدیقؓ کے بارہ میں لکھی جانی تھی دیکھو مدارج جلد ۲ فصل وقائع کر در ایام مرض واقعہ شد مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲ ۴ ۵ "واہل سنت وجماعت را ایں دلیل است بر تنصیص بخلافت ابی بکرؓ" (قول شاہ عبد الحق دہلوی محدث مصنف مدارج النبوۃ صفحہ ۲ ۴ ۵) اس رائے کی تائید میں وجوہ ذیل بھی قابل غور ہیں۔

(۱) حضرت عباسؓ نے جناب علیؓ سے فرمایا تھا کہ آنحضرتؐ بیمار ہیں اور آثار وفات آشکار بہتر ہوگا کہ آپ سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا لیکن حضرت علی نے فرمایا اس بارہ میں سکوت ہی بہتر ہے فقال علی انا واللہ لئن سئلناھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فمنعناھا لا یعطیناھا الناس بعدہ وانی واللہ لا اسألھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بخاری جلد ۳ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ ص ۵۹ قریب قریب اسی روایت کا مفہوم ایک اور روایت سے بھی ہوتا ہے جو علامہ مجلسی نے بروایت شیخ مفید لکھی ہے دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۵۰

(۲) حضرت نے خلافت کے بارے میں مہاجرین وانصار کے روبرو وصیت فرمائی لیکن کسی کو نامزد نہیں فرمایا چنانچہ فرمایا پس کسے کہ والی امرے شود درمیان مسلمانان باید کہ انصار نیکو کار انصار را بنوازد و از بد کردار ایشان عفو نماید و ایں آخر مجلسے بود کہ حضرت بر منبر نشست تا آنکہ حق تعالیٰ را ملاقات کرد" حیات القلوب جلد ۲ ص $\frac{652}{648}$

(۳) خدا نے پہلے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا تھا۔ کہ آپ کے بعد پہلے ابوبکرؓ خلیفہ ہونگے۔ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ دیکھو تفسیر قمی وتفسیر صافی بحوالہ تفسیر عباس ومجمع البیان زیر آیۃ فلما نبأھا بہ قالت من انبأک ھذا قال نبأنی العلیم الخبیر وتفسیر منہج الصادقین سورہ تحریم مطبوعہ ایران صفحہ ۲۷۶

تیسرے سوال کا جواب

اعتراض نمبر ہذا در اصل اعتراض نمبر دوم کا ہی جزو ہے اس میں معترض نے حضرت عمرؓ کو متہم قرار دیا ہے کہ بوقت وفات آنحضرت صلعم آپ کے ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا۔ اول تو جب جواب نمبر ۲ میں اصل روایت کی ہی تضعیف کی گئی ہے اور یہ اعتراض بھی اُسی کی فرع ہے تو اسکی بھی خود بخود تضعیف ہو گئی۔ دوم۔ اصل روایت بخاری میں ہذیان کہنے والیکا نام ہی مروی نہیں ہے معترض نے ناحق حضرت عمرؓ سے اسکو منسوب کر دیا۔ کیونکہ اصل عبارت روایت مذکورہ کے اس محل میں یہ ہے "فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اھجر استفھموہ" بخاری جلد ۳ باب مرض النبی صفحہ ۵۸ کیا معترض کس طرح بھی ثابت کر سکتا ہے کہ "فقالوا" کہا انھوں نے کے معنے ہیں کہ کہا عمر نے؟ سوم بعض متکلمین لکھتے ہیں کہ ہجر کے معنے یہاں ہذیان کے نہیں ہیں بلکہ جدائی کے معنے ہیں چہارم۔ اگر آنحضرت صلعم بشر تھے اور آیت "انما انا بشر مثلکم" میں صاف طور پر آپ کی بشریت کا اعتراف ثابت ہے۔ اور دوسرے انسانوں کی طرح بروایات بخاری و رسالہ اعتقادیہ شیخ صدوق خیبر کی یہودیہ عورت کی دعوت میں زہر آلودہ گوشت کھا لینا آپ کی وفات کا باعث ہوا۔ اور زہر کی وجہ سے آپ کو یوں محسوس ہوتا تھا۔ کہ گویا میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں۔ اگر مرض کے دوسرے تمام عوارض آپ پر بھی عاید ہوئے تو کیا عجب ہے کہ بحالت غشی میں آپ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد بھی سہواً نکل گیا ہو اور اگر شیعہ کہیں کہ آنحضرت صلعم تو سید المعصومین تھے آپ کی نسبت سہو کا اطلاق کس دلیل سے تسلیم کیا جائے تو انکی تسلی کے لئے ایک معصوم کی حدیث ہی عرض کر دیتا ہوں۔ وھو ہذا بحوالہ عیون الرضا تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ امام موصوف علیہ السلام سے کہا گیا۔ کہ سواد کوفہ میں ایک قوم ہے (غالباً شیعہ ہی) جو یہ زعم رکھتی ہے کہ آنحضرت صلعم کو کبھی سہو نہیں ہوا تو امام نے جواب دیا "لعنھم اللہ ان الذی لا یسھو ھو اللہ لا الہ الا ھو" تفسیر صافی مطبوعہ بمبئی زیر آیت ولن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین

سبیلاً یعنی جھوٹ کہتے ہیں وہ لوگ (اس بارہ میں) تحقیق وہ (ذات) جس کو کبھی سہو نہیں ہوتا۔
وہ اللہ کی ہی ذات ہے اس سہو کی تائید ایک اور روایت مندرجہ صافی سے ہوتی ہے جس میں
لکھا ہے کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کی خلافت کے لئے بڑے حریص تھے لیکن
خداوند کریم آپ کے اس ارادہ کے مخالف تھا پس خدا نے فرمایا اے محمدؐ تجھے اس امر میں کوئی
دخل نہیں ہے تفسیر صافی زیر آیت لیس لك من الامر شیئًا (سورہ آل عمران)
مخالفت کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خدا نے آپکو بتلا دیا تھا۔ کہ آپ کے بعد خلافت ابوبکرؓ کو ملیگی
پھر جب بحکم آیت الیوم اکملت لکم دینکم دین کامل ہو چکا تھا۔ اور قرآن بھی تمام
نازل ہو چکا تھا۔ تو پھر آپ کو کس ہدایت نامہ کی ضرورت باقی رہ گئی تھی جس کی کتابت کے بغیر
امت کی گمراہی ابدی کا اندیشہ آپ کو دامنگیر ہو رہا تھا اور جس طرح حضرت علیؓ کی طرفداری میں شیعوں کو
لفظ ہذیان کا شکوہ ہے ممکن ہے ابوبکر کے حق میں ہی وصیت لکھنے لکھانے پر آپ نے ارادہ کیا
ہو اور اُس پر اُس لفظ کا اطلاق کیا گیا ہو کما مر اور پھر اس روایت کے آخر میں جیسا کہ
ظاہر ہے راوی کو تیسری وصیت یاد نہ رہی وسکت عن الثالثة او قال نسیتها نجی
اصل لفظ کو راوی بھول گیا ہو اور اس نے روایت بامعنی کے طور پر لفظ ہجر بمعنی ہذیان اپنی طرف
سے ظاہر کیا ہو اور یہ بھی اصل روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہذیان کی نسبت کرنیوالوں نے کہا
تھا استفهموہ یعنے نزدیک ہو کر غور سے اس کلام کو سمجھو تو سہی کہ آنحضرت صلعم کیا فرما رہے
ہیں۔ اس جملہ مابعد سے ہذیان کی نسبت کرنیوالوں کی حسن نیت کا پتہ بھی لگ سکتا ہے اگر
روایت میں یہ جملہ استفهموہ نہ ہوتا تو پھر البتہ انکی بدنیتی کا گمان ہو سکتا تھا۔ اسکی
تائید شاہ عبدالحق محدث دہلوی مرحوم نے بھی کی ہے چنانچہ لکھا ہے "مبادا بعضے مردم از
منافقاں وغیرہم راہ سخن پیدا شود و بگویند و خیال کنند کہ ہذیان میگوید چنانچہ بیماراں در
وقت سختے بیماری میگویند۔ مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۴۴۲ در ذیل وقایع در ایام مرض
چوتھے سوالکا جواب جنازہ آنحضرتؐ پر اصحاب ثلاثہ کا نہ آنا یہ اعتراض بھی خدا جانے

معترض نے کس کتاب سے نکالا ہے اور کہاں سے سنا ہے اگر اسکو کم از کم شیعوں کی کتابوں پر ہی عبور ہوتا۔ تو وہ ایسا بے اصل اعتراض نہ کرتا۔ ذیل میں چند حوالجات عرض کرتا ہوں جس سے کیفیت جنازہ آنحضرت صلعم بخوبی واضح ہو سکتی ہے۔

اوّل شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقرؑ روایت کردہ است کہ دہ دہ نفر داخل حجرہ حضرت عائیشہ می شدند و چنیں بر آنحضرتؐ نماز میکردند بے امامے در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام تا آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ ہمہ بر آنجنابؐ چنیں نماز کردند (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۶۰)

دوم و فی الکافی عن الصادقؑ لما قبض النبی صلے اللہ علیہ وسلّم صلت علیہ الملٰئکۃ والمہاجرون والانصار فوجًا فوجًا تفسیر صافی ص۱۱۴ مطبوعہ بمبئی زیر آیت ان اللہ وملٰئکتہ یصلّون عن النبیّ ہر دو روایات مذکورہ ظاہر کرتی ہیں کہ دہ دہ آدمیوں نے باری باری بے امام کے دوشنبہ سے لیکر سہ شنبہ کی شام تک آنحضرتؐ کا جنازہ پڑھا۔ اور اس طرح پر تمام مہاجرینؓ و انصارؓ و زن و مرد اہل مدینہ بلکہ نواح مدینہ کے لوگوں نے بھی پڑھا اور کوئی شخص باقی نہ رہا اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے بھی جنازہ پڑھا۔ اگر کوئی کہے کہ خاص ابوبکرؓ وغیرہ کا نام ہماری کتابوں سے دکھلاؤ تو اسکے لئے بھی ہم حاضر ہیں دیکھو حیات القلوب میں اس روایت کو جس کے آغاز میں لکھا ہے و بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ اند کہ عباسؓ بخدمت امیر المومنین آمد و گفت کہ مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسول را در بقیع دفن کنند و ابوبکرؓ پیش بایستد و بر آنحضرت نماز کنند الخ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۶۴

روایات مذکورہ سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ اصحاب ثلاثہ نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔ اور ضرور پڑھی تھی باقی رہا یہ کہ ملک گیری کے لئے جنازہ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ بھی آنحضرت صلعم کے جان نثار و برگزیدہ اصحابؓ پر محض سوء ظن ہے اور تعصب پر دال ہے اور اسی سطحی نکتہ خیالی

کا نتیجہ ہے جس کے رُو سے ناحق شناس عیسائی اور آریہ لوگ حضرت رسول کریم کی نسبت بھی کہا کرتے ہیں کہ آپ نعوذ باللہ مذہب کے پردہ میں دراصل اپنی حکومت و ریاست کے طالب تھے سائل کو سوچنا چاہیئے تھا کہ بوقت وفات آنحضرت کا کونسا ملک اور خزانہ خالی پڑا ہوا تھا جس کے لالچ میں اصحاب ثلاثہ رسول صلعم کو بے کفن و بے دفن چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اگر اس سے مراد خلافت حاصل کرنا تھا تو یاد رہے کہ حضرت علی بھی اس ہوس سے خالی نہ تھے چنانچہ لکھا ہے کہ آپ کے گھر میں بھی عباس بن عبد المطلب و فرزندان عباسؓ و زبیر بن العوام و ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب اور تمام بنی ہاشم اور خالد بن العاص بن امیہ بن عبد الشمس وغیرہ جمع ہو کر آپ کی خلافت کے منصوبے کر رہے تھے دیکھو ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ صفحہ ۴۰

صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے وقد کان من خبرنا حین توفی اللّٰہ نبیہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم ان الانصار خالفونا واجتمعوا باسرھم فی سقیفۃ بنی ساعدہ وخالف عنا علیؓ والزبیر ومن معھما واجتمع المھاجرون الیٰ ابی بکرؓ (بخاری جلد ۴ کتاب الحدود باب رجم الحبلیٰ من الزنا اذا احصنت صفحہ ۱۱۱) (ترجمہ) ہماری سرگزشت یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے پیغمبر کو اٹھا لیا۔ تو سب انصار نے ہماری مخالفت کی۔ اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور علیؓ و زبیر اور انکے ساتھیوں نے ہماری مخالفت کی اور مہاجرین ابوبکرؓ کے پاس جمع ہوئے

اس روایت سے جو خود حضرت عمرؓ سے مروی ہے صاف طور پر ثابت ہو سکتا ہے کہ ملک گیری یا خلافت کا شوق سب سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کو پیدا ہوا۔ اور اصحاب ثلاثہ انصار کی شورش کو مٹانے کے لئے سقیفہ میں بعد کو گئے اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوا کہ اسی وقت بنی ہاشم حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانے کے لئے منصوبہ کر رہے تھے

جناب شیخین کا سقیفہ میں جانا اس عالمگیر فتنہ کو مٹانیکی غرض سے تھا اور وہ غرض بھی بفضلہ تعالےٰ پوری ہو کر رہی جس فتنہ کو ائمہ اہل بیت نے ظہر الفساد فی البر والبحر سے تعبیر

فرمایا ہے "عن ابی جعفر علیہ السلام فی قولہ عزّ و جلّ ظہر الفساد فی البرّ و البحر بما کسبت ایدی الناس قال ذالک واللہ حین قالت الانصار منا امیر و منکم امیر" فروع کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۹۶ تعجب تو یہ ہے کہ ائمہ اہلبیت اس فتنہ کو انصار سے منسوب کریں۔ اور انکے شیعہ ان بزرگان دین کو جو اس فساد کو فرو کرنیکا باعث ہوئے اسکو انکی ملک گیری اور حبّ ریاست پر محمول کریں ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پانچویں سوال کا جواب | ابو بکر صدیق رضی اجماع سے خلیفہ نہیں بنائے گئے۔ بلکہ ماتحت منشاء الٰہی خلیفہ ہے جس کی تکمیل بظاہر اسباب اجماع صحابہ سے بھی ہو گئی دیکھو آیت استخلاف میں خدا تعالٰے نے پہلے ہی حتمی وعدہ فرمایا تھا "لیستخلفنھم فی الارض" اور خود رسول صلعم نے بھی امر خلافت کو صحابہ کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا چنانچہ آپ نے قبل از وفات جو وصایا صحابہ کے عام مجمع میں فرمائی ہیں۔ ان میں مجمل طور پر فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے بعد اولی الامر بنے اسکے یہ یہ فرائض ہونے چاہئیں دیکھو حیات القلوب جلد ۲۔ "پس کسے کہ والی امرے شود در میان مسلماناں باید کہ نیکو کار انصار را بنوازد۔ و از بد کردار ایشاں عفو نماید" پھر جیسا کہ سائل اور اسکے ہم مشربوں کا خیال ہے مہاجرین و انصار کا اجماع معمولی اجماع نہیں ہے۔ بلکہ وہ قطعی اور قابل تسلیم ہے جیسا کہ خود جناب مرتضوی سے منقول ہے کہ آپ نے امیر معاویہ رض کو ایک خط میں لکھا "انما الشوری للمھاجرین و الانصار فان اجتمعوا علٰی رجل و سموہ اماما کان ذالک رضی" دیکھو نہج البلاغہ حصہ دوم صفحہ ۸ مطبوعہ بیروت یعنی شوری (اجماع) کا حق مہاجرین و انصار کے لئے مخصوص ہے پس اگر انہوں نے کسی شخص کی خلافت پر اجماع کر لیا۔ اور اسکو امام سے موسوم کیا۔ تو یہی پسندیدہ ہے تعجب ہے کہ حضرت علیؓ تو اجماع صحابہ کو حجت قرار دیکر پسندیدہ فرما دیں اور اُنکے شیعہ انکو غیر مستند اور مکروہ قرار دیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

آمدیم بر سر مطلب۔ تو ابو بکرؓ کا خلیفہ ہونا جیسا کہ سائل کہتا ہے بموجب حدیث سنیاں اجماع سے نہیں ہؤا بلکہ منشائے الٰہی سے یا دوسرے لفظوں میں اجماع ملائکہ سے ہؤا۔ اور انکا خلیفہ ہونا اجماع امت کا محتاج نہیں تھا۔ بلکہ اجماع امت اس کا محتاج تھا۔ اور رسول صلعم بھی پہلے ہی اپنے ازواج مطہرات کو یہ مژدہ سنا چکے تھے کہ خدا نے مجھکو مطلع فرمایا ہے کہ میرے بعد ابو بکرؓ خلیفہ ہونگے۔ اُنکے بعد عمرؓ ان کے بعد عثمانؓ دیکھو تفسیر قمی و تفسیر صافی اور تفسیر منہج الصادقین سورہ تحریم یہی وجہ ہے کہ مخالفین خلافت اصحاب ثلاثہؓ کی کسی وقت بھی کچھ پیش نہیں گئی۔ اور ہمیشہ منافقوں کو ناکامی ہوئی۔ باقی رہا عمرؓ اور عثمانؓ کی نوعیت خلافت یعنے خلاف اجماع کا سوال سو چونکہ تینوں کے زمانے تک مہاجرین اور انصار کا وجود ثابت ہے اور انکی خلافتوں کیساتھ اتفاق جن میں جناب علیؓ بھی داخل ہیں اور مخالفت کسی گروہ کی بوقت انعقاد خلافت ثابت نہیں تو ان خلافتوں پر بھی حکم اور اطلاق صورت اجماع حاوی ہے اور جب وہ صورت ما تحت منشائے خدا و رسول ہے کما مر تو خواہ اسکا انعقاد بذریعہ اجماع مانا جائے خواہ بطور نص بہر صورت وہ مستحسن ہے۔ نہ قابل قدح اس بیان کی تصدیق مجموعی طور پر ایک اور روایت سے بھی ہو سکتی ہے جو اصول کافی میں میری نظر سے گزری لکھا ہے کہ جب جناب علیؓ فوت ہوئے تو رجال الغیب میں سے ایک شخص روتے ہوئے آموجود ہوئے اور انہوں نے فرمایا "الیوم انقطعت خلافۃ النبوۃ" یعنے آج نبوت کی خلافت منقطع ہو گئی دیکھو اصول کافی صفحہ ۲۸۹

اس سے ثابت ہؤا کہ جو سلسلہ خلافت ابو بکر صدیقؓ سے چلکر حضرت علیؓ تک جاری رہا وہ اصل خلافت نبوت کا مصداق تھا۔ اگر شیعہ احباب خفا نہ ہوں تو میں حضرت علیؓ کو چھوڑکر باقی اماموں کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ انکی خلافت و امامت کس قسم کی تھی۔ روایت مذکورہ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ بعد جناب علیؓ کے نبوت کی خلافت ہی منقطع ہو چکی تھی پھر انکے امام مفترض الطاعۃ اور امام منصوص ہونیکے دعوے کے

لئے کونسی دلیل ہے جب نص نہیں تو لامحالہ اجماع ماننا پڑیگا پھر ہم بھی کہہ سکتے ہیں یا نہ کہ گیارہ باقی کے امام بحدیث اجماع شیعیان خلیفہ ہوئے مگر افسوس ہے کہ شیعو نکو ان کے لئے اجماع بھی ثابت کرنا مشکل ہے ❖

چھٹے سوال کا جواب بیشک حضرت علیؓ نے حضرت سیدہؑ کو رات کے وقت دفن کیا باقی رہا حضرت سیدہ کا منع کرنا۔ اول تو اس ممانعت کی کیفیت معلوم نہیں اگر کہا جائے کہ فدک کی وجہ سے تو اسکا جواب نمبر اول میں ہو چکا ہے کہ حضرت سیدہ آخر ابو بکرؓ پر راضی ہو گئی تھیں۔ اور اسکی عملی دلیل یہ ہے کہ حضرت سیدہؑ کی تیمار دار اور تجہیز و تکفین کرنے والی اور حضرت سیدہؑ کے لئے سب سے پہلے نعش یعنے تابوت تجویز کرنیوالی .. اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکرؓ کی بیوی تھیں ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ صفحہ ۱۰۳ ممکن ہے حضرت سیدہ نے بکمال ستر کے لحاظ سے وصیت فرمائی ہو کہ رات کو دفن کی جاؤں اور ابو بکرؓ اور دوسرے تمام مہاجرین و انصار کے ہجوم کو ناپسند فرمایا ہو۔ اور خاص بخیال فرض کفایہ صرف اسما بنت عمیس کی موجودگی کافی خیال فرما کر رات کے وقت ابو بکرؓ کو جنازہ کے لئے حاضر ہونیکی تکلیف دینا گوارائے خاطر نہ فرمایا ہو ورنہ یاد رہے کہ کتب اہل سنت میں ایسی روایات بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بوقت وفات حضرت سیدہؑ نے ابو بکرؓ کا عذر فدک کے بارہ میں منظور فرما لیا تھا اور یہ کہ ابو بکرؓ نے خود حضرت سیدہ کا جنازہ پڑھا دیکھو مدارج النبوۃ بحوالہ روضۃ الاحباب "و روایات در خبر وارد شدہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و آمدن او بر جنازہ و نماز گزاردن وے و عثمان بن عفان و عبد الرحمن بن عوف و زبیر بن العوام نیز آمدہ صفحہ ۵۹۱ جلد ۲۔ پس آمد ابو بکرؓ و گذارد نماز بر فاطمہؑ و بر آورد چہار تکبیر و دفن کردہ شد در شب مدارج جلد ۲ صفحہ ۵۷۳

ساتویں سوال کا جواب آیت وقرن فی بیوتکن کے مطابق بیشک عورتوں کو حکم تھا کہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ اوقات ضرورت

شدید میں بھی گھروں میں سے باہر نہ نکلیں لکھا ہے کہ بوقت جنگ احد آنحضرت صلعم کی شہادت کی افواہ سنکر حضرت سیدہ بھی میدان جنگ میں تشریف لے گئی تھیں۔ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے وفاطمہ الزہرہ رضؓ چوں ایں آواز (الا ان محمد قد قتل) شنید دست بر سر زنان از خانہ بیروں دوید الخ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۳۔ اور آنحضرتؐ کے زخموں کی مرہم پٹی فرماتی تھیں بخاری غزوہ احد جلد ۳ صفحہ ۱۷۔ بعض دفعہ جلب منفعت کا خیال بھی انسان کو گھر سے نکلنے پر مجبور کرتا ہے جیسا کہ حضرت سیدہؓ فدک کے مطالبہ کے لئے گھر سے نکلیں۔ اور سب صحابہؓ کے روبرو جاکر بیچارے عمرؓ کا گریبان پکڑ لیا۔ اور اپنی طرف کھینچا (کافی) برخلاف اسکے عائشہؓ کا بارادہ جنگ جمل گھر سے نکلنا ثابت نہیں وہ تو شہادت عثمانؓ سے پہلے ہی حج کرنیکو گئی ہوئی تھیں۔ اور انکی واپسی پر یہ واقعہ چند مفسدہ پردازوں کی جلد بازی سے پیش آگیا تھا*

قرآن مجید میں ایک آیت ہے جس میں خدا نے فرمایا ہے وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الخ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو اور انصاف کو ملحوظ رکھو بیشک اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے مسلمان تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرادیا کرو اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے الیٰ آخرہ

صحابہ کرام جو حضرت رحمۃ للعالمین کے فیض صحبت سے آپس میں بھائی بھائی بنے ہوئے تھے اور جن کی شمشیر ہائے خون آشام کفار اور مشرکین پر ہمیشہ اٹھا کرتی تھیں اس آیت کی تاویل سے انکے ادراک عاجز تھے وہ خیال کرتے ہونگے کہ کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک مومن گروہ کی دوسرے مومن گروہ سے یہانتک مخالفت بڑھ جائے کہ باہم آمادہ پیکار ہو جائیں۔ اور ایک دوسرے سے مقاتلہ کی نوبت آئے چنانچہ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اس آیت کی تاویل یوم بصرہ (جنگ جمل) کے دن

ہی ظاہر ہوئی۔ اور اصحاب جمل ہی اسکے مصداق تھے جنھوں نے حضرت علیؑ پر بغاوت کی تھی پس آپ پر انکا قتال واجب تھا جب تک کہ وہ رجوع الی امر اللہ کرتے۔ اس روایت کے آخر میں لکھا ہے کہ آخر آپ نے انپر احسان ہی جائز رکھا اور معاف کر دیا" انما ھو منّ علیھم و عفا" کتاب الروضہ فروع کافی صفحہ ۸۸ یہ ہے جنگ جمل اور کیفیت جمل اور انجام جمل جسکو معترض نے مجمل طور پر پیش کیا مگر" انما ھو منّ علیھم و عفا" کے ایک جملہ میں ہی اسکا صفایا ہو گیا۔ اس مقام پر حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کا ایک مقولہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے جو آپ نے ایک معترض کے جواب میں فرمایا۔ جس نے یہی آیت وان طائفتان من المومنین اقتتلوا سنا کر آپکو عبد اللہ ابن زبیرؓ کے فتنہ کے ایام میں خروج کرنیکی ترغیب دی تھی۔ اور اس ضمن میں حضرت عثمانؓ پر بھی اعتراض کیا تھا۔ آپ نے فرمایا" اما عثمان فکان اللہ عفا عنہ و اما انتم فکرھتم ان تعفوا عنہ" یعنے خدا نے تو عثمانؓ کا قصور (غالباً یوم احد کے متعلق) معاف فرما دیا تھا۔ لیکن تم کو انکے حال پر رحم نہ آیا اور عفو کرنا تم کو ناگوار ہوا (بخاری جلد ۳ کتاب التفسیر سورہ بقر باب قولہ تعالیٰ و کلوا و بشر بو ۳؎) اب میں بھی عرض کرتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ کو حضرت علیؑ نے تو احسان کر کے معاف بھی فرما دیا لیکن شیعیانِ علی کو معاف کرنا کیوں دوبھر و ناگوار ہو رہا ہے ❊

آٹھویں سوال کا جواب

جہاں پر رسول صلعم کے پہلو میں ابوبکرؓ و عمرؓ دفن ہیں بیشک وہ زمین پہلے رسول صلعم کی ملکیت میں تھی لیکن بعد کو آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ کو دیدی تھی اور وہی ان کا حجرہ تھا وہیں انکی نوبت پر آنحضرت تشریف لے جاتے تھے۔ اور آخر میں وہیں وفات بھی پائی۔ اور وہیں دفن بھی ہوئے اسی طرح دوسرے حجرے دوسری ازواج مطہرات کو بھی آنحضرت صلعم نے دئیے ہوئے تھے جبھی تو خدا نے بھی فرمایا" و قرن فی بیوتکن" نہ کہ فی بیوت الرسول حضرت عائشہ رضؓ فخریہ فرمایا کرتی تھیں کہ "آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم در بیت من تمریض یافت و در روز نوبت من وفات یافت و روح مطہر

آنحضرت را قبض کردند در حالیکہ میان سینہ و شش من بود و در حجرۂ من مدفون گشت" مدارج النبوۃ باب دوم ذکر ازواج مطہرات صفحہ ۷۰۲ و فکان فی بیت عائشۃ حتیٰ مات عندھا قالت عائشۃ فمات فی الیوم الذی کان یدور علیّ فی بیتی فقبضہ اللہ وان رأسہ لبین نحری و سحری بخاری جلد ۳ کتاب النبی الی کسریٰ و قیصر باب مرض النبیؐ صفحہ ۵۱ فلمّا کان یومی قبضہ اللہ بین سحری و نحری و دفن فی بیتی بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلّم و ابی بکر و عمرؓ صفحہ ۱۵۴ سب عبارات منقولہ کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عائشہ فرماتی ہیں)

آنحضرت میرے گھر میں بیمار ہوئے اور دفن بھی وہیں ہوئے

اس سے صاف طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ حجرہ بوقت وفات حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم خاص مملوکہ و مقبوضہ حضرت عائشہ کا تھا نہ کہ رسول صلعم کا اسی واسطے شیخینؓ نے حضرت عائشہ سے ہی اجازت حاصل کرنی تھی نہ کہ رسول صلعم سے استجازہ کا ذکر بھی بخاری میں ہے دیکھو جلد اول صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۵۔ اگر یہ حجرہ خاص عائشہ کی ملکیت نہ ہوتا تو قطع نظر شیخینؓ کے حسب روایات شیعہ امام حسن عؑ اپنی تدفین کے لئے وصیت کرتے ہوئے کیوں یوں فرماتے کہ عائشہؓ سے استرضا کرنا کہ اگر راضی ہو گئیں تو روضہ رسول میں مجھکو دفن کرنا۔ ورنہ پھر جنت البقیع میں کر دینا ملکیت ہذا کی تائید میں ایک اور روایت بھی قابل غور ہے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ غسل و کفن رسول صلعم سے فارغ ہوئے اور جنازہ پڑھنے کے لئے سلمانؓ ابوذرؓ مقدادؓ حضرت فاطمہؓ و حسنینؓ کو اس حجرہ میں داخل کیا تو اس اسد اللہی جماعت پر حضرت عائشہؓ کا اسقدر رعب چھا گیا کہ انکے سامنے نماز نہیں پڑھ سکتے تھے آخر جبرئیل کی کمک کی ضرورت ہوئی جس نے آکر حضرت عائشہ کی نظر بند کر دی۔ اور اس طرح تھوڑے وقت کے لئے خدا خدا کر کے نماز جنازہ ادا کی۔ آخری فقرہ روایت مذکورہ کا قابل دید ہے "و عائشہ منافقہ (خاک بدہن مجلسی) ہمراہ آں حجرہ بود و مطلع نہ شد بر نماز کردن ایشاں

آنکہ جبرئیل حشم ہائے اورا گرفتہ بود کحیات القلوب ملا باقر مجلسی جلد ۲ صفحہ ۶۶۰

اب رہا اعتراض نمبر ہٰذا کا دوسرا فقرہ کہ "اگر بموجب حدیث سنیان پیغمبر کا ورثہ نہیں تو یہ دفن کیسے ہوئے" اسکا سر دست جواب تو یہ ہے کہ خواہ پیغمبر کا ورثہ بقول شیعیان ثابت بھی ہو تو بھی ہم جواب سے سبکدوش ہیں کیونکہ بحث تو اس خاص زمین حجرہ کے متعلق تھی۔ جو حضرت عائیشہ کا مملوکہ ثابت ہو چکا لیکن معترض کی تسلی کے لئے میں ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات کے بعد کوئی قابلِ ذکر جائداد از قسم منقولہ وغیر منقولہ جس میں کسی کو حق ارث پہنچ سکے نہیں رہی تھی۔ بخاری میں لکھا ہے ماترک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم دیناراً ولا درھماً ولا عبداً ولا امۃً الا بغلۃ البیضاء التی کان یرکبھا وسلاحۃ وارضاً جعلھا لابن السبیل صدقۃ بخاری جلد ۳ باب مرض النبی صلے اللہ علیہ وسلّم صفحہ ۶۰ یعنے آنحضرت صلعم نے نہ درہم و دینار (دنیا میں) چھوڑے نہ کوئی غلام اور نہ کوئی لونڈی سوائے ایک سفید استر سواری کے اور ہتھیاروں کے اور اس زمین کے جس کی آمدنی آپ مسافروں کے زادراہ پر خرچ فرماتے تھے یہ تو ہوئی بقول معترض حدیث سنیاں لیجئے اب حدیث شیعیان بھی عرض کرتا ہوں۔ عن ابی عبد اللہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء لم یرثوا درھماً ولا دیناراً وانما ورثوا احادیث من احادیثھم" اصول کافی کتاب العلم مطبوعہ نول کشور صفحہ ۱۷ (ترجمہ) روایت ہے امام صادق سے کہ فرمایا آپ نے کہ انبیاء کے وارث علماء ہیں اور یہ اسلیئے کہ انبیاء نے میراث نہیں دی درہم اور دینار میں اور نہیں میراث دی انہوں نے مگر احادیث

۵ حضرت علی علیہ السلام سے لڑنیوالا جہنّمی ہے "معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ کسی آیت قرآنی کا ترجمہ ہے یا کسی حدیث کا خیر اسکو بھی جانے دو معترض اگر اسکو کلیہ قرار دیکر عائیشہؓ اور امیر معاویہؓ کو بوجہ جنگ جمل اور صفین کے جہنمی سمجھ بیٹھا ہے تو یہ اسکی قلت نظری اور

اور کم فہمی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اوپر جواب نمبر ۷ میں ثابت کیا گیا ہے کہ خداوند کریم نے مخالف و موافق اولی الامر اور باغی دونوں گروہوں کا مومنین کے لفظ سے ذکر کیا ہے بحکم آیت وان طائفتان من المومنین اقتتلوا۔ اور کتاب الروضہ کے حوالہ سے ہمنے دکھلا دیا ہے کہ خود جناب علیؑ نے اہل جمل کو اس آیت کا مصداق ٹھہرایا۔ باقی رہے امیر معاویہؓ سو ان کا معاملہ بھی ویسا ہی ہے جناب علیؑ نے بمقابلہ انکے تحکیم کو منظور رکھا۔ اور امام حسنؑ نے خلع خلافت سے عملی طور پر ثابت کر دیا۔ کہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے جنگ کی ایک خاص نوعیت تھی ورنہ امام کی شان سے بعید ہے کہ امر خلافت ہیں ایسے کے مقابلہ میں ایک امام تو ثالثی منظور فرماتا ہے اور دوسرا امام اپنے آرام کے لیے فرائض امامت کو پھر اسی کے ہاتھ میں سونپ دے فتدبر

اور پھر اس طرح اگر غور کیا جائے تو ہر مسلمان جو دوسرے مسلمان پر دست تطاول دراز کرے اسکو کم و بیش جہنمی ہونا پڑیگا۔ حضرت علی کی خاص خصوصیت کیا ہے

آمدیم برسر مطلب تو معترض کو نظر بوجوہ بالا ام المومنینؓ اور خال المومنین کو تو اس کلیہ سے مستثنے کرنا پڑیگا۔ البتہ اگر نہروان پر حضرت علی کے ساتھ لڑنیوالونکو جو کسی زمانہ میں شیعیان علیؑ بھی رہ چکے تھے اور من بعد خارجی ہو گئے (خاص اسی وجہ سے کہ کیوں جناب علی نے امیر معاویہ کیساتھ ثالثی کے ذریعہ خلافت کے فیصلہ کو منظور فرمایا) یہ کلیہ جاری کریں تو ہم انکو معذور رکھینگے

دسویں سوال کا جواب معترض لکھتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عمرؓ نے نبوت رسول صلعم میں شک کیا بحوالہ مدارج النبوۃ۔ اول تو یہ امر تحقیق طلب ہے کہ آیا اسکے اعتراض کی بنا صرف اس مدارج النبوت والی روایت پر ہے کہ وہ اس موقعہ پر حضرت عمرؓ کے شک کو امر واقعہ اور اہل سنت کا معتقد علیہ مسئلہ سمجھتا ہے۔ ذیل میں چند ایسے حوالے عرض کرتا ہوں جن کے مطالعہ سے ہر دو شق مذکورہ کی توضیح ہو جائیگی

(۱) منجملہ شرائط مجوزہ مشرکین جنکو آنحضرت صلعم نے منظور فرمایا ایک شرط یہ تھی۔ کہ بغیر

اجازہ مشرکین مکہ جو شخص آنحضرت صلعم کی خدمت میں آجائے۔ خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوگیا ہو اسکو واپس مکہ بھیجا جائیگا۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ کہ جو شخص مدینہ سے مکہ چلا جائے۔ مشرکین مکہ اسکو ہرگز واپس نہ کرینگے۔ یہ شرط مومنین کو بہت ناگوار تھی اور وہ غمگین تھے اور اسکو اسلام کی حقارت و ذلت پر محمول کر کے اس پر معترض تھے۔ بخاری شریف میں خاص غزوہ حدیبیہ کے باب میں صلح کی شرائط کے ذکر کے بعد یہ الفاظ ہیں " فکرہ المومنون ذٰلک و امعضوا فتکلموا فیہ " بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۹ اس ناپسندیدگی میں تمام مومنوں کا شریک ہونا مذکور ہے نہ خاص حضرت عمرؓ کا اور شک کرنیکا بھی کوئی ذکر نہیں ہے اور اگر اسکو شک سے تعبیر کیا جائے تو سب صحابہ یا اکثر صحابہ کو بھی مشکک ماننا پڑیگا

(۲) دوسری روایت کتاب التفسیر سورہ فتح میں بخاری میں مروی ہے جس میں حضرت صلعم اور خاص عمرؓ کا اس بارہ میں مکالمہ بھی مذکور ہے حضرت صلعم نے اس صلح کی فلاسفی اور حکمت سے انکو مطلع کرنا قبل از وقت خیال فرمایا اور جس پر لکھا ہے کہ عمرؓ مارے غم وغصہ کے آنحضرت صلعم کی خدمت سے لوٹ آئے اصل الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں فرجع متغیظا جلد ۳ ص ۱۱۹ لفظ غیظا کو بھی شک سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ غیظ بھی اس کراہت کا مترادف ہے جس میں سب مومنین شریک تھے جیسا کہ اوپر والی روایت میں گزرا۔

(۳) مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے اس شرط کو منظور فرما لیا۔ مسلمانوں نے تعجب کیا " مسلمانان ازیں شرط تعجب کردند و گفتند سبحان اللہ چگونہ باز فرستیم کسے را کہ مسلمان آمدہ باشد " جلد ۲ صفحہ ۲۸۴ مطبوعہ نول کشور ذکر صلح حدیبیہ

(۴) روایت مذکورہ کے بعد مصنف مدارج لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عمرؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ کہ کیا آپ اس شرط پر راضی ہوگئے ہیں تو آنحضرت نے تبسم فرمایا اور اس شرط کی حکمت کو بیان فرمادیا عمرؓ گفت یا رسول اللہ باین معنی راضی می شوی آنحضرت تبسمے فرمود و گفت یا عمر الخ اس روایت میں بھی آخر تک کہیں عمرؓ کے شک کا

ذکر نہیں۔ مدارج جلد ۲ صفحہ ۲۸۴

(۵) اب ہم اس خاص روایت کی طرف رجوع کرتے ہیں جس پر معترض نے اغلباً خاص طور پر اعتراض اٹھایا ہے اور جو بیشک مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور کے جلد ۲ صفحہ ۲۸۷ میں ہے۔ اسکے الفاظ یہ ہیں "نقل است از عمرؓ بن الخطاب کہ گفت در آمد در آں روز در دل من امر عظیم و مراجعت کردم با حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ ہرگز مثل آں نہ کردہ بودم الخ" اسکے آخر میں خود مصنف کی رائے ہی کافی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔ "وایں قول عمرؓ بر سبیل استکشاف و استفسار بود نہ بر سبیل شک و انکار حاشا باوجود میگفت ؓ رضی اللہ عنہ عمرے است کہ از وسوسۂ شیطان وکید نفس کہ در آں روز در خاطر من گزشتہ بود استغفار مے کنم۔ و باعمال صالحہ از صوم صلوٰۃ و اعتاق و تصدقات توسل میجوئم" مدارج جلد ۲ صفحہ ۲۸۷

اس معترض علیہ روائیت میں بھی امر عظیم کا لفظ ہے نہ کہ شک کا۔ حالانکہ دوسرے متعدد روایات جو اسی واقعہ کے متعلق ہیں ان میں عمرؓ کا شک کرنا ثابت نہیں ہوتا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئیے کہ حضرت عمرؓ کا شک کرنا امر واقعہ نہیں ہوسکتا۔ البتہ روایات کا تضاد باقی رہ جاتا ہے اس مشکل کے لئے ہم ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا ایک معیار عرض کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کو منسوخ کر دیتی ہے۔ ان الحدیث ینسخ کما ینسخ القرآن فنسخت الاحادیث بعضہا بعضاً اصول کافی اختلاف الحدیث صفحہ ۳۳ جب احادیث میں ناسخ و منسوخ ممکن ہے خواہ وہ ائمہ معصومین سے مروی ہوں تو روایات غیر معصومین میں تو یہ معیار بوجہ اولیٰ قابل لحاظ ہوگا پس اس معیار کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک شک والی روائیت دوسری روایات معوضہ بالا سے منسوخ ہوگئی۔ پھر اگر حضرت عمرؓ نے جو غیر معصوم اور بشریت کے قدرتی تقاضاؤں سے مبرا و منزہ نہیں تھے ایک دفعہ عمر بھر میں شک بھی کیا تو کچھ مضائقہ کی بات نہیں ہے بوجوہ ذیل

اوّل تو آپ جلدی پشیمان ہوئے اور اس پر اصرار نہیں کیا۔ اور تمام عمر اسکے ارتکاب پر استغفار
اور صدقہ دیتے رہے جیساکہ مدارج النبوۃ سے ہی اوپر عرض ہو چکا

دوم۔ ہم کو تعجب اور نکتہ چینی کی گنجائش نہیں رہ سکتی کیونکہ حضرت ابراہیم جیسے اولوالعزم پیغمبر کے بارہ میں بھی خود قرآن مجید میں ایک شک کا ذکر پایا جاتا ہے قال اولم تومن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی۔ پس عمرؓ کا یہ شک بھی بقول شاہ عبدالحق صاحب مرحوم محدث دہلوی استکشاف واستفسار حقیقت امر مصالحت حدیبیہ پر مبنی تھا نہ کہ مبنی بر انکار و جحد۔ بخاری میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا نحن احق بالشك من ابراهيم اذ قال رب ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی
بخاری کتاب التفسیر سورہ بقر باب وقوموا للّٰہ قانتین جلد ۳ صفحہ ۶۸

سب باتوں سے قطع نظر کر کے قابل غور یہ بات ہے کہ اس شک کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ آنحضرتؐ کا کیسا سلوک رہا ہم کو تو آنحضرت صلعم کے عملدرآمد کو مدنظر رکھنا چاہیئے لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ" اور شاید یہ بات کرنا مشکل ہے کہ آپ عمرؓ پر اس شک کے ارتکاب پر آزردہ خاطر ہے۔ سب سے پہلے بخاری میں دیکھیں۔ لکھا ہے کہ حضرت صلعم کے ساتھ شرائط صلح پر بات چیت کر کے حضرت عمرؓ ابوبکر صدیق کے پاس گئے جب انہوں نے تسلی دلائی۔ تو خدا نے بھی تسلی نازل فرمائی یعنی سورہ فتح کا نزول ہوا۔" فنزلت سورۃ الفتح" بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۱۸ شکر ہے کہ حضرت عمرؓ کی دلسوزی جو در اصل تمام مومنوں کی طرف سے دلسوزی تھی وہ بیکار نہ رہی۔ اور جس قدر وسیع فتوحات مسلمانوں کو آیندہ نصیب ہوئیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضرت عمرؓ کی عالی ہمتی اور جوش اسلامی کو ان میں کہاں تک دخل ہے

لطیفہ آیت وعدکم اللّٰہ مغانم کثیرۃً جو اسی سورہ فتح میں ہے اسکی تفسیر

ہیں علامہ مجلسی نے لکھا ہے وعدہ دادہ است شمارا خدا غنیمت ہائے بسیار کہ خواہید گرفت
آنہارا مانند غنیمت ہائے فارس وروم وغیر آنہا کہ بدست عساکر مسلمانان آمد حیات القلوب
جلد ۲ صفحہ ۴۰۲ شیعوں کو معلوم ہے کہ فارس وروم کی موعودہ فتوحات اسی شخص کے دم قدم
سے حاصل ہوئیں جس کو وہ نبوت میں شک لانیوالا جانتے ہیں۔ اس اعتراض کا ابھی ایک
حصہ باقی ہے معترض کہتا ہے کہ ابوبکرؓ نے عروہ کو گالی دی (بحوالہ مدارج النبوۃ وغیرہ) سو
سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ یہ عروہ کون شخص ہے صاحب مدارج النبوۃ فرماتے
ہیں کہ یہ خیال نہ کرنا کہ یہ عروہ بن مسعود برادر عبداللہ بن مسعود ہوگا۔ ایں عروہ بن مسعود ثقفی است
و عبداللہ بن مسعود مدنی۔ و عروہ بن مسعود دریں وقت مسلمان نہ بود و آخر وقت مسلمان شد"
مدارج جلد ۲ ذکر صلح حدیبیہ صفحہ ۲۷۷ مفسر تفسیر صافی لکھتے ہیں۔ کہ ولید بن مغیرہ روسائے
مکہ سے تھا۔ اور عروہ بن مسعود ثقفی رؤسائے طائف سے دیکھو تفسیر صافی زیر آیت علی رجل
من القریتین عظیم" اور یہ عروہ ابوبکر صدیق کا ممنون احسان اور رہین منت تھا۔
صلح حدیبیہ کے وقت مشرکین مکہ کی طرف سے وکیل بنکر آیا تھا اور آنحضرت صلعم سے
ایسے پیرایہ میں بات چیت کی جو بقول صاحب مدارج ارباب دولت دنیاوی وطالبان
دنیاوی کے حسب حال ہوتی ہے اسی لئے لکھا ہے کہ ہنوز ظلمت کفر و رسم جاہلیت دامنگیر
حال عروہ بود" مدارج صفحہ ۲۷۸ اس پیرایۂ ولب ولہجہ کو دیکھکر ابوبکرؓ کو غصہ آیا اور آپ نے
اسکی "اہانت" کی غرض سے اسکو فحش گالی دی خدا جانے معترض نے اس فحش گالی سے کیوں
اسقدر برا منایا ہے شیعوں کی منطق بھی عجیب ہے ایک طرف اصحاب ثلاثہ کو فرار جنگ کے
مطاعن کا نشانہ بنا کر انکی بزدلی کو مشہور کرتے ہیں اور دوسری طرف اگر کہیں انکی ذات سے
غیرت و حمیت کا کوئی امر سرزد ہو جیسے کہ اس موقعہ پر ہوا تو انکی شدت اور غلظت پر اعتراض کر
دیتے ہیں قطع نظر اسکے روایت منقولہ بالا کے بعد ہی ایک دوسری روایت بھی ہے جسمیں
لکھا ہے کہ عروہ اثنائے گفتگو میں حضرت صلعم کی ریش مبارک کی طرف "حسب عادت اجلاف عرب"

ہاتھ بڑھاتا تھا جس پر مغیرہ بن شعبہ مشہور صحابی سخت برافروختہ ہو ہو جاتے تھے یہاں تک کہ لکھا ہے نعل شمشیر خود را بر دست عروہ زدہ میگفت دست خود را نگہ دار واز حد ادب تجاوز مکن ص ۲۷۹ ۲۸۰ مدارج النبوۃ جلد ۲ ممکن ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے ہی عروہ کو فحش گالی بھی دی ہو۔ لیکن دونوں صاحبوں کے بارے میں اصل قابل غور یہ بات ہے کہ انکی اس تادیب و تہدید یا بخیال معترض اس بد تہذیبی پر آنحضرت صلعم نے بھی اعتراض فرمایا تھا یا نہ اگر آپ کی پاک ذات سے اپنے دو صحابیوں کے فعل پر کوئی مخالفت مروی نہیں ہے تو اسکے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے بھی اسکو روا اور جائز خیال فرمایا تھا پھر آج شیعوں کا کوئی حق نہیں کہ تیرہ سو برس کے بعد صحابہ کرام کے ایک ایسے فعل پر جو اس موصوف "لعلی خلق عظیم" معلم الہی کے حضور میں سرزد ہوا۔ اور اسکو جائز رکھا گیا۔ نکتہ چینی کریں والسلام علی من اتبع الھدیٰ

خاکسار خادم حسین غادم بھیر دی احمدی تنکاریو

احادیث تشیع

شیعہ کی ایمانداری کا یہ نقشہ ہے جس سے احادیث امامیہ کی صحت اور عظمت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے

(۱) قال سئلت الرضاء علیہ السلام فقلت انی لا القاک فی کل وقت فممن اخذ معالم دینی قال خذ من یونس بن عبد الرحمن ص ۳۰۱ رجال) ترجمہ راوی جو حضرت امام رضاء علیہ السلام کا مرید اور انکا وکیل تھا انسے سوال کرتا ہے کہ میں ہر وقت آپ سے نہیں مل سکتا ہوں پس میں اپنے دینی علوم کس سے دریافت کروں فرمایا امام ؑ نے کہ یونس ؑ بن عبد الرحمن سے دریافت کیا کرو۔

(۲) محمد بن یونس ؑ ان الرضاء علیہ السلام ضمن لیونس الجنۃ ثلث مرات ص ۳۰۱ رجال) ترجمہ محمد بن یونس سے روایت ہے کہ تحقیق امام رضا علیہ السلام یونس

بن عبدالرحمٰن کے لئے جنت کے ضامن ہوئے تھے اور تین مرتبہ انہوں نے ایسا فرمایا تھا
کہ میں یونس کے لئے جنت کا ضامن ہوں

(۳) قال سمعت الفضل بن شاذان یقول ما نشاء فی الاسلام رجلٌ
من سائر الناس کان افقہٗ من سلمان الفارسی ولا نشاء رجل بعدہٗ
افقہ من یونس بن عبدالرحمٰن ص۳۰ رجال) ترجمہ راوی کہتا ہے کہ میں نے
فضل بن شاذان کو کہتے سنا ہے کہ اسلام میں تمام لوگوں سے ایسا کوئی آدمی نہیں پیدا ہوا
جو افقہ ہو سلمان فارسی سے اور بعد اسکے تمام لوگوں سے افقہ یونس بن عبدالرحمٰن تھا
اسکے مساوی کا کوئی فقیہ لوگوں میں نہیں گزرا ہے

(۴) سمعت الفضل بن شاذان یقول حج یونس بن عبدالرحمٰن اربعا و
خمسین حجۃ واعتمر اربعًا وخمسین عمرۃً الف الف جلدًا ردًّا علی المخالفین ویقال
انتہی علم الائمۃ علیہ السلام الی اربعۃ نفر اولہم سلمان الفارسی والثانی
جابر والثالث السید والرابع یونس بن عبدالرحمٰن الخ ص۳۰۲ رجال)
(ترجمہ) راوی کہتا ہے جو خود بھی ثقہ ہے کہ میں نے فضل بن شاذان کو کہتے سنا کہ یونس بن
عبدالرحمٰن نے چار اور پچاس حج کئے تھے۔ اور اسقدر عمرہ بجا لایا ہوا تھا۔ اور ہزار ہزار
جلد کتابیں مخالفین ائمہ کے رد میں لکھی تھیں اور ائمہ اہلبیتؑ کا علم ان چار شخصوں پر
منتہی ہو گیا ہے سلمان فارسی، جابر، سید۔ اور چوتھا یونس بن عبدالرحمٰن ہے

(۵) قال سئلت امام جعفر علیہ السلام عن یونس قال رحمہ اللہ (ص۳۰۲)
ترجمہ حضرت امام جعفر علیہ السلام سے یونس کے بارے میں سوال کیا گیا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ
اسپر رحم کرے

(۶) قال قلت لابی الحسن الرضاء علیہم السلام جعلت فداک انی لا اکاد
اصل الیک اسألک عن کل ما احتاج الیہ من معالم دینی افیونسؑ بن

عبد الرحمٰن ثقة اخذ عنه ما احتاج الیه من معالم دینی فقال نعم (ص۳۰۵ رجال کشی) راوی کہتا ہے کہ مینے ابی الحسن الرضاء علیہم السلام سے کہا کہ میں تمہارے فدا ہو جاؤں میں ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا ہوں کہ اپنی دینی علوم کو جنکا میں محتاج ہوتا ہوں آپ سے دریافت کروں پس آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں یونس بن عبد الرحمٰن سے اپنی مایحتاج علوم دین کو پوچھ لیا کروں اور آیا وہ ثقہ ہے امام ع نے فرمایا۔ کہ ہاں اس سے پوچھ لیا کر

(۷) قال اخبرنی یونس ان ابا الحسن علیه السلام ضمن لی الجنة من النار ص۳۰۵ رجال) ترجمہ۔ راوی کہتا ہے کہ مجھکو خود یونس نے خبر دی ہے کہ تحقیق ابا الحسن ع میرے لئے جنت کے ضامن ہو چکے ہیں۔ اور دوزخ سے نجات دلانے کے بھی ضامن وہی ہو چکے ہیں

(۸) اسی یونس بن عبد الرحمٰن صاحب کا حال سنئے کہ یہ کیسے بزرگ ہیں۔ عن محمد بن عیسیٰ القمی قال توجهت الی ابی الحسن الرضاء علیه السلام قال اسئله عن هذه المسئلة قل له خلقت الجنة بعد فانی ازعم انها لم یخلق قال فدخلت علی ابی الحسن ع فجلست عنده فقلت له ان یونس ادعنی الیک رسالة قال وما هی قلت قال اخبرنی عن الجنة خلقت بعد فانی ازعم انها لم تخلق فقال کذب فاین جنة آدم (ص۳۰۶ رجال کشی) ترجمہ۔ محمد بن عیسیٰ قمی کہتا ہے کہ میں ابی الحسن رضاء علیہم السلام کے طرف جانیوالا تھا۔ راستہ میں یونس بن عبد الرحمٰن ملا مجھکو کہا کہ امام صاحب سے یہ مسئلہ بھی پوچھنا کہ آیا جنت بعد میں پیدا کی جاویگی کیونکہ میرا خیال ہے کہ اللہ تعٰ نے جنت کو ابھی تک نہیں پیدا کیا ہے۔ پھر قمی کہتا ہے کہ میں امام صاحب کے پاس جاکر ٹھہر گیا اور حقیقت عرض کی امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یونس بن عبد الرحمٰن جھوٹ کہتا ہے یہ جو آدم کی جنت ہے یہ کہاں ہے یہی تو جنت ہے جو مخلوق ہو چکی ہے

(۹) عن ابن سنان۔ قال قلت لابی الحسنؑ ان یونس یقول ان الجنت والنار لم یخلقا فقال مالہ لعنہ اللہ واین جنت آدم ص۳۰۶ رجال کسی) ترجمہ۔ ابن سنان راوی کہتا ہے کہ مینے ابی الحسن رضا علیہ السلام کو کہا۔ کہ یونس کہتا ہے۔ دوزخ اور جنت ابھی پیدا نہیں کئے گئے ہیں امام نے فرمایا اسکو کیا ہو گیا لعنت ہو اللہ تعالےٰ کی اسپر یہ جو آدمؑ کی جنت ہے اور یہ تو پیدا شدہ ہے

(۱۰) قال حدثنی محمد بن احمد عن بعض اصحابنا عن عبد اللہ بن محمد الحجال قال کنت عند الرضاء ومعہ کتاب یقرئہ فی بابہ حتی ضرب بہ الارض فقال کتاب ولد الزنا للزانیۃ فکان کتاب یونسؑ (ص۳۰۸ رجال کشی) (ترجمہ) راوی کہتا ہے۔ ہم امام رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور انکے پاس کتاب تھی اسکے ایک باب کو پڑھا۔ پھر اسکے ساتھ زمین کو ٹھکورنے لگے اور کہا کہ یہ ولد الزنا (حرامی) کی کتاب ہے جس کی والدہ بھی زناکار تھی۔ اور وہ یونس کی کتاب تھی

(۱۱) قال یونس بن عبد الرحمٰن کتبت الی ابی الحسن الرضا علیہ السلام سالتہٗ عن آدم ھل فیہ من جوھریتہ الرب شیی قال فکتب الیّ جواب کتابی لیس صاحب ھذہ المسئلۃ علےٰ من السنۃ زندیق ص۳۰۸ رجال کسی) ترجمہ) کہا یونس بن عبد الرحمٰن نے کہ مینے ابی الحسن رضا علیہ السلام کی طرف خط لکھا اور مینے اُس سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ آیا آدم میں خدا اور رب کی جوہرت سے کچھ چیز ہے اور امام صاحب نے میرے خط کا جواب لکھا کہ اس مسئلہ کا دریافت کرنیوالا سنت نبوی سے کسی چیز پر نہیں بلکہ وہ زندیق ہے۔ حدیث نمبر ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یونسؑ کا خیال ہے کہ جنت ابھی موجود نہیں ہے اور امام صاحب کہتے ہیں کہ جنت موجود ہے۔ اور مخلوق شدہ ہے اور وہی آدم والا جنت ہے حال کی تحقیقات سے حضرت امامنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم سے ثابت کر دیا ہے کہ فی الواقعہ

جنت موجود نہیں اور جنت ہر ایک مومن کی اسکے اعمال سے بنیگی اور آدم کا جنت اور ہے
جو شام میں عدن کے قریب تھا اور وہ ایک باغ تھا۔ اس صورت میں تو یونس زیادہ عقلمند
اور سلیم الرائے پایا جاتا ہے بمقابلہ متشیعین کے امام صاحب کے (باقی آیندہ)

(نذر علی از پشاور)

یاد حبیب

حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب

اے چشمہ علم وہدا اے صاحب فہم وذکا — اے نیکدل اے باصفا اے پاک طینت باحیا
اے مقتدا اے پیشوا۔ اے میرزا اے رہنما — اے مجتبےٰ اے مصطفےٰ اے نائب رب الورےٰ
کچھ یاد تو کیجے ذرا۔ ہم سے کوئی اقرار ہے

دیتے تھے تم ہر دم خبر۔ بندھتی تھی جس سے ہا کمر — مٹ جائیگا سب شور وشر۔ ہو جائیگی شیطان پر
پاؤ گے تم فتح وظفر۔ ہونگے تمہارے بحر و بر — آرام سے ہوگی بسر۔ ہوگا خدا مد نظر
واں تھے یہ وعدے بیشتر۔ یاں حالت ادبار ہے

ہر دل میں پیدا بغض وکیں۔ ہر نفس شیطاں کے رہیں — جو ہو فدائے نور دیں۔ کوئی نہیں کوئی نہیں
ہر ایک کے سر میں مکیں۔ ہے کبر کا دیو لعین — اک دم کو یاد آتی نہیں۔ درگاہ رب العالمین
بیجان ہے جان حزیں۔ حالت ہماری زار ہے

کہنے کو سب تیار ہیں چالاک ہیں ہوشیار ہیں — منہ سے تو سو اقرار ہیں پر کام سے بیزار ہیں
ظاہر میں سب ابرار ہیں باطن میں سب اشرار ہیں — مصلح ہیں پر بیکار ہیں۔ ہیں ڈاکٹر بیمار ہیں
حالات پر اسرار ہیں۔ دل مسکن افکار ہے

چھینے گئے ہیں ملک سب۔ باقی ہیں بس شام وعرب — پیچھے پڑا ہے انکے اب۔ دشمن لگائے تا نقب
ہم ہو رہے ہیں جاں بلب۔ بنتا نہیں کوئی سبب — ہیں منتظر اسکے کہ کب آئے ہمیں امداد رب
پیالہ بھرا ہے لب بہ لب ٹھوکر ہی اک درکار ہے

کیا آپ پر الزام ہے۔ یہ خود ہمارا کام ہے | غفلت کا یہ انجام ہے سستی کا یہ انعام ہے
قسمت یونہی بدنام ہے دل خود اسیر دام ہے | اب کسجگہ اسلام ہے باقی فقط اک نام ہے
ملتی نہیں ہے۔ جام ہے بس اک یہی آزار ہے

دین کو دنیا پر مقدم کرو یہ اس نبی کا کلمہ ہے جو ہم لوگوں میں چودہویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا۔ اور یہ گویا سلسلہ احمدیہ کی تمام تعلیمات کا نچوڑ اور یہ ہماری قوم کا نصب العین اور یہی ہمارے کام کا ماٹو ہے اس پر کہانتک ہمنے عمل کیا۔ یہ تاریخ بتائیگی کہ کس طرح پر ہم ستائے گئے دکھ دیئے گئے۔ ہمارے جان و مال عزت و آبرو پر حملے کئے گئے۔ اور پھر کس ہمت و استقلال و جوش کے ساتھ ہمنے ان مشکلات کا مقابلہ کرکے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ حتی کہ ہم میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے اپنے پیارے وطن اپنے خویش و اقارب اپنے احباب اپنے ہمسایوں پھر اپنی ملازمتوں اپنی زمینوں اپنے مکانوں اپنی خواہشوں اپنی ترقی کی امیدوں کو خیرباد کہکر ایک وادی غیر ذی زرع میں قیام کیا جہاں کی زبان جہاں کا لباس جہاں کے حالات طبعی و سامان رہائش ہرگز ہرگز اپنی طرف کھینچنے والے نہ تھے سوا اسکے کہ اس پاک و مطہر سرزمین میں خدا کا ایک برگزیدہ پیدا ہوا۔ اور اسکی محبت نے پاک دلونکو اپنی طرف کھینچ لیا۔ سیدنا نورالدین کے الہٰی تبتّل اور قرآن مجید کے عاشقانہ توغل اور انکے نصائح انکے خیالات و حالات کو دیکھ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ تو ساتھ ہی اس پاک شخصیت و بے نظیر روحانیت کے سرتاج پر درود پڑھنے کو جی چاہتا ہے جس کی کشش ایسی زبردست تھی کہ اس نے نورالدین جیسا انسان اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور پھر ایسا کھینچا کہ یہیں کا کر دیا حضرت امیر فرمایا کرتے ہیں کہ مرزا (علیہ السلام) ایک سنگ پارس تھا۔ جسکے چھونے سے میں بادشاہ بن گیا۔ اور کیوں ایسا نہ ہوتا۔ جبکہ الہام میں یہ بھی موجود ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اللہ اللہ وہ پاک انسان جس کی صحبت میں گھڑی دو گھڑی بیٹھ جانیوالوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا وہ نمونہ دکھایا۔ کہ اسکی نظیر صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کے سوا کہیں نہیں مل سکتی۔ پھر جو اسکے جگر گوشے

ہیں اسکے نورِ نظر ہیں اسکے جسم مطہر کا ایک حصہ ہیں۔ اور واقع میں حضور کی گود میں پلے ہیں۔
ان سے ہماری امیدیں کسقدر وسیع ہونی چاہئیں۔ سو الحمد للہ کہ ہماری امیدیں
خالی نہیں۔ اور ہمارے خیالات واقعات کا لباس پہنتے جاتے ہیں

اسوقت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ایثار کا ایک واقعہ میرے پیش نظر ہے جسکے
لئے میں اپنے دل محبت منزل میں غیر معمولی مسرت کا جوش پاتا ہوں۔ آپ نہایت کامیابی کے
ساتھ گورنمنٹ کالج میں تعلیم پاتے تھے ایف اے پچھلے سال بہت تعریف کے ساتھ پاس کیا
اب بی اے میں پڑھتے تھے یکایک آپ پر وہ جذبہ غالب آیا جو اس خاندان کا اصلی ورثہ ہے
اور جو اس دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالے نوزدہ سالہ عزیز نوجوان نے دکھایا وہ کیا کہ تمام ان ترقیات
کی امیدوں اور آرزوؤں پر جو اس کالج کی تعلیم کیساتھ وابستہ ہو سکتی ہیں سن رشد کو پہنچتے ہی لات
مار کر دین کو دنیا پر مقدم کر لیا۔ اور کالج سے نام کٹا کر قرآن و حدیث پڑھنے میں مشغول ہو گئے میں
کہ ابتدا سے نیاز مندانہ تعلقات رکھنے والا ہوں۔ اور اصلی حالات و خیالات سے بوجہ بے تکلفی
یقینی طور پر اطلاع پا سکتا ہوں۔ اس فقرے کی لذت ابتک اپنے اندر پاتا ہوں کہ قاضی صاحب
کالج تو پھر بھی مل جائیگا مگر زندگی کا کچھ اعتبار نہیں ممکن ہے کہ قرآن مجید و حدیث پڑھنے کا اور
پھر وہ بھی نور الدین ایسے پاک انسان سے پھر موقعہ نہ مل سکے اسلئے مینے یہی بہتر جانا (جزاہ اللہ
احسن الجزاء) اب دیکھنا یہ ہے کہ اس پڑھائی چھوڑنے کی وجہ کیا یہ ہے کہ خدانخواستہ صاحبزادہ صاحب
پڑھنے میں کمزور تھے یا وہاں کچھ مشکلات تھیں ہرگز نہیں۔ بشیر احمد نے لیاقت اور اعلیٰ قابل
رشک کیریکٹر کا وہ سکہ جمایا تھا۔ کہ اسکی آخری رپورٹ جو شہزادہ محمود کے پاس پہنچی ہے اس میں
لکھا ہے An excellent student: his leaving is a loss to the College. G.A.W. بہت عمدہ
طالبعلم اور اسکا کالج کو چھوڑ جانا کالج کے لئے ایک نقصان ہے بس یہ ایثار کا ایک
نمونہ ہے جو مینے اپنے احباء کرام کے سامنے پیش کیا اور ہمیں ایسی ہی مثالوں کی ضرورت
ہے اور ایسے ہی نوجوانوں کی ضرورت ہے جو بدو شباب سے اپنے اندر دین سیکھنے دین

پھیلانیکی تڑپ رکھتے ہوں اور صاحبزادگان والاتبار سے تو ہمیں بڑی بڑی امیدیں ہیں حضرت اقدس ؑ تریاق القلوب میں فرماتے ہیں کہ میرا دوسرا لڑکا بشیر احمد ہے اسکے پیدا ہونیکی پیشگوئی آئینہ کمالات کے صفحہ ۲۶۶ میں کی گئی ہے اور پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں یاتی

قمر الانبیاء وامرك یتاتی۔ یسرّ اللّٰہ وجھك وینیر برھانك سیولدلك الولد ویدنی منك الفضل ان نوری قریب۔ یعنے نبیوں کا چاند آئیگا۔ اور تیرا کام بنجائیگا۔ تیرے لیئے ایک لڑکا پیدا کیا جائیگا۔ اور فضل تجھ سے نزدیک کیا جائیگا۔ .. .. یعنے خدا کے فضل کا موجب ہوگا۔ سوہم اس نبیوں کے چاند کو بہت جلد دیار مغرب میں نور پھیلانیوالا دیکھنا چاہتے ہیں بجائے اسکے کہ پنجاب یونیورسٹی کے بی اے ہوں امید ہے کہ بشیر احمد بی۔ اے آکسن بھی ہوں۔ اور وہیں حضور مغفور کا وہ کشف پورا ہو جس میں آپ انگلستان میں ایک ممبر پر چڑھکر اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور قسم قسم کے جانور آپ نے پکڑے ہیں الٰہی وہ تازگی بخش ایام لا کہ تمام قدرتوں کا سرچشمہ تو ہے ہمیں تیرے مامور نے جو دعائیں کیں ہیں میں یقین رکھتا ہوں وہ ضایع جانیوالی نہیں ؎

یہ تینوں تیری چاکر ہوویں جہاں کے رہبر ✤ یہ ہادیٔ جہاں ہوں یہ ہوویں نور یکسر

یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں مہر انور ✤ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

صاحبزادہ صاحب آجکل اپنی دینی تعلیم کے علاوہ ہیڈ ماسٹر ہائی سکول کے مشیر معاون پڑھنے والے بچوں کے شفیق و مہربان مصلح اور بہت سے دینی کام اپنے متعلق رکھتے ہیں اور انگریزی سٹڈی بھی جاری ہے احباب اپنے امام کے بیٹے کے لئے دعا فرماویں کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں

مختصر المیزان لکلام السبحان اس کتاب کے نام نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا مگر خود غلط بود آنچہ من پنداشتم مؤلف نے ابتدا میں کلام الٰہی کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا ہے اور اس میں پانچ نشان بتائے ہیں۔ اول (فصاحت وبلاغت) لیکن افسوس کہ ڈیڑھ ورق میں اسے ختم کر دیا ہے میرا خیال تھا کہ آپ چند آیات کو لیکر ان میں جو فصاحت ہے وہ دکھا کر دیگر اہل مذاہب

پر حجت قائم کرینگے مگر یہ کام تو کسی بڑے متقی عالم فاضل کا ہے نہ کہ اس شخص کا جس کا ذلیعہ
ما وجدنا علیہ آباؤنا ہو الحمد للہ کہ قرآن مجید کے اس معجزے کو ہمارے امام نے اس صدی میں
از سر نو زندہ کیا اور اعلان فرمایا کہ وہ تو کلام اللہ الرحمٰن ہے میں جو اسی مہبط روح الامین کے
غلاموں میں سے ہوں میرے ساتھ علماء وفضلا زمانہ معارضہ کریں۔ چنانچہ آپ نے تائید ایزدی
سے بعض کتابیں لکھیں۔ اور دس دس ہزار انعام مقرر کیا مگر چہ ہیبت ما بداوند این حج ال را
کہ تائید کس بمیدان محمدؐ ۔ دوم قبولیت قلوب وتاثیر۔ اسپر کوئی ایسی بات مؤلف نے نہیں بتائی
جو غیر مسلم پر حجت ہو سکے۔ ہمارے امام نے بتایا کہ قرآن مجید کی تعلیم پر چل کر مینے ان انعامات سے
حصہ پایا ہے جو انبیاء علیہم السلام پر ہوئے۔ اور ان انعامات سے سب سے بڑا انعام **وحی**
ربانی ہے جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ اور میرے صدق کا ثبوت وہی ہے جو دیگر انبیاء کے صدق
کا ثبوت ہے فہل من مبارز۔ سوم جامعیت مسائل میرا خیال تھا مؤلف تمدنی وقومی معاشرتی
مذہبی دینی دنیوی مسائل بطور مثال پیش کر کے اہل مذاہب پر حجت قائم کریگا۔ مگر اسے تو اپنے مطلب
کو سیدھا کرنے سے غرض تھی اسلئے اول تو بعض علماء کو ملامت کی ہے جو بعض کلمات (جنہیں
یہ مولف کفر سمجھتا ہے) کو سن کر حکم کفر کا نہیں دیتے اور اس کلمہ کے کہنے والے کی عورت کو اس سے
جدا نہیں کر دیتے بلکہ گردن زدنی نہیں کہتے پھر اولی الامر کی اطاعت سے مراد مقلد علماء لی
ہے اور انکے سوا سب کو خارجی قرار دیا ہے آپ جو حدیثیں لائے ہیں وہ ہرگز آپکے مفید مطلب
نہیں مگر آپنے فرض کر لیا ہے کہ جہاں سواد اعظم یا جماعت کا نام آئے اس سے مراد حنفی
ہیں یا زیادہ سے زیادہ مقلد۔ حالانکہ اعظم کے معنے اکثر کے نہیں۔ اور نہ خدا نے اپنے کلام پاک
میں اکثر کے تابع ہونیکا حکم دیا ہے بلکہ اس میں تو فرمایا وما یومن اکثرھم باللہ الا
وھم مشرکون اور ارشاد کیا وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ یعنے اکثر ایمان
لانیوالے مشرک ہیں۔ اور اگر تو اکثر کے پیچھے لگیگا۔ تو وہ تجھے گمراہ کر دیں مگر آپ کہتے ہیں۔ کہ
حنفیوں کی تعداد زیادہ ہے اسلئے حنفی ہی حق پر ہیں۔ اور اپنے بیان پر بار بار سیدنا احمد نبی اللہ

اور انکے سلسلہ عالیہ پر زبان طعن درازکی ہے بلکہ سید طائفہ جمالیہ پر سراج الحق صاحب اور حضرت مرزا احمد جان صاحب لدہیانوی کا بھی حقارت سے ذکر کیا ہے کوئی اس شخص سے دریافت کرے کہ صفحہ ۹۹ پر تم خود ہی لکھتے ہو۔ والجماعة مجامعة اھل الحق وان قلوا۔ کہ جماعت اہل حق کے مجمع کا نام ہے اگرچہ وہ قلیل ہوں تو پھر بار بار یہ کیوں کہتے ہو کہ ہم زیادہ ہیں پھر حقیقی طور پر جماعت کا اطلاق تو اس زمانے میں صرف احمدیوں پر ہو سکتا ہے کیونکہ وہ کلی طور پر ایک امام کے ماتحت ہیں۔ اور اسوقت اور کوئی فرقہ اسلامی ایسا نہیں جس پر جماعت کا اطلاق ہو سکے اور حدیث میں ہے جو مؤلف نے صفحہ ۸۶ پر نقل کی ہے کہ دعاۃ الی ابواب جہنم کا زور ہوگا۔ اسوقت تلزم جماعة المسلمین و امامھم ہے مخاطب تو جماعت مسلمین اور انکے امام کو لازم پکڑ میں کہتا ہوں۔ اسوقت ایک ہی مسلمانوں کی جماعت ہے جن کا امام ہے فھل انتم مسلمون پھر جہاں جماعت اور سواد اعظم کا ذکر آیا ہے وہاں ما انا علیہ و اصحابی ساتھ ہے جس سے سواد اعظم کی تعریف ظاہر ہے ہم تو وہ ہیں جنہیں خدا نے اپنے کلام میں واخرین منھم لما یلحقوا بھم فرمایا۔ اور ہم میں ایک نبی مبعوث کیا لیکن تم لوگ ذرا اپنے اعمال کو اپنی شادی غمی کے مراسم کو اپنے نقشبندی جو گیانہ حرکات نبضی و تصور شیخ و اختلاج قلب کو نبی کریم صلعم اور انکے اصحاب کے طرز عمل پر عرض کر کے دیکھو کچھ بھی مطابقت ہے الیس منکم رجل رشید ھدنا و ایاکم الی سواء السبیل قیمت ۸؍ مؤلف مولوی محمد دیدار علی صاحب الوری

نذر علی یہ ۴۸ صفحے کا رسالہ بہ سلسلہ اشاعت انجمن احمدیہ پشاور ہمارے مکرم مرزا نذر علی صاحب عرائض نویس محلہ چڑوہ کوبان شہر پشاور کی ان چند تصانیف میں سے ایک ہے۔ جو وہ شیعہ کے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔ اس رسالہ میں شیعوں پہ کئی طرح سے حجت قائم کی گئی ہے اول تو اس طرح کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد و پیش سب منافق کافر بدعہد مرتد ملعون ہی تھے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ”و من ذریتنا امة مسلمة

"آلٓ" کا کیا حشر ہؤا۔ پھر اس دین اور قرآن مجید کا کیا اعتبار جس پر شیعہ کو بھی اعتماد ہے پھر نہج البلاغۃ سے تین خطوط نقل کئے ہیں ایک میں حضرت علی المرتضےٰ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے جب وہ کسی کو امام مقرر کر دیں۔ تو اس میں اللہ کی رضا ہوتی ہے پھر اگر کوئی اس امام کا انکار کرے تو اس سے لڑائی کرنی چاہیئے (انما الشوریٰ للمهاجرين و الانصار اذا اجتمعوا وسموا اماما كان ذلك لله رضاء × × × فان ابی قاتلوه علیٰ اتباعه غير سبيل المومنين) مولف نے اپنی ذہانت سے ایک قوی استدلال احراق بیت فاطمہؓ کی تردید میں کیا ہے کہ جیسا کہ شیعہ کا خیال ہے اگر یہ بات سچ ہے کہ اس بیت میں پولٹیکل نجویٰ ہوتا تھا۔ تو پھر حضرت علی کے ارشاد کے مطابق ایسے ناجائز اجماع سے دھمکی دیکر روکنا بھی ضروری تھا۔ نیز اسی قول مذکورہ بالا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق فاروق رضؓ کی بیعت جب مہاجرین وانصار نے کرلی۔ اور ان کو امام مان لیا تو حضرت علی نے کبھی تخلف وابی نہیں کیا ہوگا غرض ان خطوط سے بہت عمدہ نتائج نکالے ہیں اسکے بعد حضرت اقدس کی کتاب حجۃ اللہ سے بہت عمدہ اقتباس دیا ہے۔ پھر شیعوں کی دعاء بعد اذاں (جسکا انکے ہاں التزام ہے) سے واجعل لی عند قبر نبيك محمد المصطفیٰ مستقرًا و قرارًا برحمتك پیش کرکے پوچھا ہے کہ یہ مستقر و قرار تم میں سے تو کسی کو بھی نہ ملا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کو حاصل ہے اگر ایک منافق بھی یہ قرب پا سکتا ہے تو پھر دعا کیسی اور دعاء انعمت علیہم کے بارے میں دریافت کیا ہے کونسا منعم علیہ گروہ تمہارے پیش نظر ہوتا ہے۔ پھر شیعی رواۃ کا حال انہی کی کتابوں سے بیان کیا ہے کہ ایک وقت میں انکی تعریف ہو رہی ہے دوسرے وقت میں لعنت برسائی جا رہی ہے پھر لطف یہ کہ بہت کم روائتیں حضرت رسول اکرم تک پہنچتی ہیں اسی لئے عصمت ائمہ کا مسئلہ گھڑ لیا اور کیا خوب کہا ہے کہ ۲۳ سال تک زندہ معجزات و خوارق و بینات دیکھنے والے مسلمان نہ بنے تو پھر بعد اسکے کس طرح بن گئے آخر میں دین کی ترقی و حفاظت و اشاعت کے لئے

مجددین کی طرف توجہ دلائی ہے بالخصوص اس صدی کے مجدد اعظم کی طرف جو مسیح و مہدی کے نام سے آیا جس نے اعتقاد صحیحہ و عمل صالحہ کو بتایا۔ و پائے محمدیاں بر منار بلند محکم تر رسانید خدا جزائے خیر دے قیمت ۱ر احباب منگوا کر تبلیغ و اشاعت کریں

ردّ تناسخ دھرمپال نے دسمبر جنوری فروری تین مہینے کے اندر میں تناسخ کا رد کیا ہے دسمبر کے پرچے میں اپنے ظرافت آمیز مگر مدلل پیرائے میں اواگون کے مسئلہ کو باطل ثابت کیا ہے اور اس عقیدے سے جو قابل شرم مفاسد لازم آتے ہیں انکو بتایا ہے۔ اور جنوری فروری میں سوامی دیانند کی سوانحعمری اور ان کی ستیارتھ پرکاش سے آریوں پر حجت ملزمہ قائم کی ہے اور دیانند کے دوبارہ جنم پانیکی خبر سُن کر اپنے عجیب و غریب سفر کے حالات دئے ہیں پھر حیات بعد الممات اور روح کے ایک لطیف جسم میں رہنے کا ثبوت آجکل کے فلاسفروں کے تجربات و مشاہدات سے دیا ہے اور اخیر میں لکھا ہے کہ روح کی آئندہ زندگی کے بارے میں قرآن مجید چھٹی صدی مسیحی سے تعلیم دیتا چلا آ رہا ہے آج یورپ اور امریکہ اپنے تمام علم و عقل تجربات و مشاہدات کے زور سے اسی نتیجہ پر پہنچ رہا ہے۔ دھرمپال نے اس مسئلہ پر بطور ایک آزاد خیال کے غور کیا ہے لیکن جب وہ قرآن مجید کی برقی روشنی میں اسکو دیکھے گا۔ تو اس سے بھی زیادہ حق کو پالیگا قیمت ۲ ۱۰+۸ ر اور سالانہ قیمت اس سالہ کی تین روپے (۳) البشر ہے ۔ مجموعہ الہامات مسیح موعود کی جلد اوّل قیمت ۴ر دفتر تشحیذ سے طلب کرو۔

قدیم ہندوستان کی تہذیب ہندوستان کے مشہور فاضل مسٹر آر۔ سی دت کی بیمثل تاریخ دی سویلزیشن آف اینشنٹ انڈیا کا اردو ترجمہ مولوی ولایت احمد صاحب نے "قدیم ہندوستان کی تہذیب" کے نام سے کیا ہے مصنف و مترجم کی نہایت اعلیٰ تصاویر ہیں اسکے بعد ایک مقدمہ ہے جس میں لائق مترجم نے جن کی تصویر سے پرانی وضع کی سادگی مگر ذہانت عیاں ہے ہندوؤں کی ترقی علوم و فنون و مذہبی معتقدات کو دکھایا ہے پھر اصل کتاب کا ترجمہ ہے جس میں پانچ دور ہیں (۱) ویدکا زمانہ جو ۲۰۰۰ تا ۱۴۰۰ قبل مسیح ہے۔ پھر

(۲) قومی تاریخ کا زمانہ جب گنگا کی وادی میں آریہ قوم کا قیام ہوتا ہے اور وہ ویدوں کی تدوین کرتی ہے (۳) پھر برہمانی عہد ہے جب تمام ہندوستان پر آریوں کا تسلط ہوتا ہے (۴) پھر بدھ کا عہد ہے (۵) پھر پرانوں کا عصر جب کہ ہندو مذہب از سر نو نشوونما پاتا ہے ان پانچوں دوروں کے متعلق سردست اس کتاب زیر ریویو میں وید کے زمانہ کا مفصل حال ہے جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کاشتکاری اور مویشی چرانے اور چراگاہیں بنانے کی طرف بڑی رغبت رکھتے اور یہی آرزوئیں یہ اپنے معبودوں سے گیتوں میں ظاہر کرتے تھے۔ گھوڑے اور گائے بیل کی قربانیاں بھی کرتے تھے پھر رگوید سے ان لڑائیوں کا بیان بھی ہے جو انہیں قدیم باشندگانِ ہند سے لڑنی پڑیں سوما کے عرق یعنی ایک منشی شربت کے پینے کا ان میں بہت شوق پایا جاتا ہے۔ انکے معاشرتی تعلقات و خانگی زندگی کا حال بھی ہے جس سے واضح ہے۔ کہ وہ لڑکی کو محروم الارث قرار دیتے۔ انہوں نے عورتوں کو آزادی بھی دے رکھی تھی لڑکیاں اپنے شوہر کے انتخاب کی مجاز تھیں۔ کثیر الازدواجی بھی راجگان اور امیروں میں پائی جاتی تھی وہ اپنے مردوں کو دفن بھی کرتے تھے اور تناسخ کے قایل نہ تھے جیسا کہ اس منتر سے ظاہر ہے کہ "اجازت دے اس میت کو جو ایک پشتہ کی مانند اسپر اٹھی ہوئی ہے کہ ہلکی پھلکی رہے" (۲) اور تم رہو اس مقام کو ترک کرو۔ یہاں سے رخصت ہو نقل مکان کر جاؤ کیونکہ متوفی لوگوں کے واسطے بزرگوں نے ایک جگہ تیار کر رکھی ہے (۱۰ | ۱۴)

ستی کی رسم کی کوئی اجازت نہیں بلکہ حکم ہوتا ہے کہ بغیر آنسو بہائے اور بے کسی رنج و غم کے قیمتی زیور پہنکر اصلی گھر کی طرف قدم بڑھائیں (یعنی صبر و استقلال سے بقیہ زندگی پوری کریں)

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قدرت پرستی کے ذریعہ خدا پرستی تک پہنچانیوالے تھے۔ غرض اس قسم کے سات باب ہیں جن میں ویدوں رشیوں۔ وید کے مذہب معاشرتی زندگی انکے لڑائی جھگڑے وغیرہ کے متعلق انفرمیشن بہم پہنچائی گئی ہے۔ علمی رواج

فہرست کتب

قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	نام کتاب
۶	ظہور المسیح	۸	تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۴	۴	اربعین
۲	نغمۃ الحمل	۸	۲۵ "	۲	حضرت اقدسؑ کی پرانی
۱	ادعیۃ الاحادیث	۸	۲۶ "		تحریریں
۲	البرق	عہ	۲۷ "	۵	الاسماء الحسنی
۲	رسالہ گوشت خوری	عہ	۲۸ "	۸	مکتوبات احمدیہ
۴	اسلام کی پہلی کتاب	عہ	۲۹ "	۲	الموعظۃ الحسنۃ
۸	ضرورت زمانہ	رعایتی ۱	النصح	۴	سلک مروارید
۲	معیار حق	رعایتی ۲	رد چکڑالوی	۱۰	مجربات نوردین حصہ اول
عہ	تاریخ انگلستان	رعایتی عہ	عمدۃ الاحکام	۱۰	" دوم
۱	ہدایات دربارہ معاملات	۴	طبیب روحانی	رعایتی ۵	" سوم
۱۰	یرمیاہ نبی کی پیشگوئی		نجات	۸	تحفہ سالانہ جلسہ ۱۹۰۷ء
۵	نیر اسلام	۴	صادقوں کی روشنی	۸	حقیقت نماز
۱	نور دل	۴	حق کا پرچار	۲	اسلام کا گر
۱	یسرنا القرآن		فائیل تشحیذ سنہ ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ء	۱	بائبل کا پرچار

ملنے کا پتہ۔ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

ذیل کی دوائیں پیر برکت علی صاحب سکنہ رتمل ڈاکخانہ پنڈی کالو ضلع گجرات سے طلب کریں (۱) روغن حیات قیمت ۱۲ (۲) معجون مقوی معدہ و مقوی باہ عہ (۳) ست سلاجیت عہ تولہ (۴) حب تریاق ۸ (۵) سرمہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیں مفید اثر ۲۸ برس سے ہندوستان میں جاری ہے آزمائش کیجئے

دانت درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے. روتے کو ہنساتی ہے کیسا ہی درد کیوں نہ ہو اسکے لگاتے ہی درد دور ہوتا ہے قیمت ۴؍ شیشی خرچ ۴؍ شیشی تک ۸؍

سینی لائین

خون بند کرنیکی اکسیر دوا خونی بواسیر کے لئے نہایت مفید ہے ناک مسوڑے اور خون جہاں سے گرتا ہو اسکو فوراً بند کرتی ہے قیمت ۱۲؍ شیشی خرچ ۵؍

دمہ کی دوا

دم چاہے جسقدر زور سے پھولتا ہو اس دوا کی دو ایک خوراک کے استعمال سے دب جاتا ہے. ابتدائے عارضہ سے اگر یہ دوا استعمال کرائی جاوے تو دمہ ایک دم چلا جاتا ہے پرانے دمہ کے مریض یا جنکا دمہ دم کا ساتھی ہو گیا ہے وہ بھی اس دوا سے صحت پاتے ہیں. قیمت ۱۲؍ شیشی خرچ ۳ شیشی تک ۵؍

ای اوڈ اید سالسہ پریلا خون صاف کرنیکی اکسیر دوا

اس سالسہ کو صاف کر کے اس میں پوٹاس ای اوڈ اید وغیرہ کتنی ایک آزمائی ہوئی دوا ملا کر یہ سالسہ بنا ہے اسلئے عام سالسوں سے زیادہ مفید اثر ہے. گرمی آتشک اور کسی سبب سے خون بگڑ گیا ہو. تو اسکا استعمال جلد کرنا چاہیئے

قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ۱۲؍ خرچ چھ آنہ

پین بیلز

درد دور کرنیوالی دوا

اندرونی درد پیچش پیٹ مروڑ اور بیرونی درد موچ اور چوٹ گنٹھیا کے سبب جوڑوں میں درد ہو اسکے استعمال سے فوراً دور ہوتی ہے قیمت ۱۲؍ شیشی خرچ ۵؍

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر سے ریم آتا ہو پرانا ہو یا نیا ہو تین مراتب کے استعمال سے بہنا بند ہوتا ہے قیمت ۸؍ پچکاری کان صاف کرنیکی ۸؍ خرچ ہر دو چیز کا ۵؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ